

۱۴۳

# مذہب شیعہ

## کتب شیعہ

کافی - مجمع البیان - عمدۃ البیان - الروضۃ بہمد - شرح عرشہ - مانج البلاغۃ شرح نوح البلاغۃ  
مترجمہ عبد الحمید بن ابی الحدید شیعہ - الصافی - بحار الانوار - کتب الخصال - غرر الفوائد - اکمال الدین -  
اسرار التنزیل - امالی - انارۃ البصائر - بشری بالمسن - حقائق لدنی - الصراط السوی - کشف الغمہ - کلینی -  
حیات القلوب - ناسخ التواریخ - حجاج الساکین - جلاء العیون - زلامحمد باقر مجلسی - مجالس المؤمنین - روضۃ  
الصفاء تاریخ - تنبہار - مجمع الاحزان -

## کتب روضیہ

مترجمہ خلافت راشدہ - تحفہ اثنا عشریہ - شرائط المذہب - آیات یتبات - براہین قاطعہ -  
تشریف البشر - رسالہ فدک - معیار المذہب - اسباب مقاطعہ در میان سنی و شیعہ - تحقیقات واقعات کربلا -

## اسماء ائمہ شیعہ

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حسن بن علی (۳) حضرت حسین بن علی (۴) ابو محمد علی بن حسین  
زین العابدین (۵) ابو جعفر محمد بن علی باقر (۶) محمد باقر (۷) جعفر صادق (۸) موسیٰ کاظمی (۹) علی رضا (۱۰) ابو جعفر  
محمد بن علی الجواد (۱۱) ابوالحسن علی بن محمد آقا (۱۲) ابو محمد حسن بن عسکری (۱۳) امام مہدی علیہ السلام -

## خلفائے ثلاثہ کا ایمان از روئے قرآن

۱- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَآهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ  
رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (البقرہ ۲۱۹)  
ترجمہ ۱- تحقیق جو ایمان لائے اور جنہوں نے جہاد کیا راہ خدا میں وہی امید رکھتے ہیں رحمت الہی کی  
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

۲- وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (مائدہ ۵۴)  
اور جو دوست رکھے اللہ اور اس کے رسول کو اور ان کو جو ایمان لائے پس یقیناً گروہ اللہ ہی کا غالب ہے -  
۳- الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَآهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْتَمَّ  
دَرَجٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (توبہ ۲۰) جو کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا  
راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بڑے درجے میں اللہ کے حضور اور یہی ہیں مراد پانے والے -

ہر سر خلفاء مہاجر اور مجاہد تھے۔ ضروری تھا کہ اس وعدہ الہی کے مطابق ان کو وہ درجات ملتے۔ اور چونکہ وہ آخر تک کامیاب ہوتے اس لئے **هُمُ الْمَغْلُوبُونَ** کا وعدہ پورا ہوا۔

۴۔ **فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَإِخْوَتَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** ..... (آل عمران: ۱۱۶)

ترجمہ:۔ پس جنہوں نے ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میری راہ میں تکلیف دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور مارے گئے۔ میں ان کی بدلیوں کے اثر کو ان کے جسم سے یقیناً مٹا دوں گا۔ اور میں انہیں یقیناً ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (یعنی انعام اللہ کی طرف سے بدلہ کے طور پر ملے گا۔ اور اللہ تو وہ ہے جس کے پاس بہترین جزا ہے۔

۵۔ **لَيْتَن كُنْتُمْ نِسَاءً الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُحْمَىٰ أُولَئِكَ فِيهَا إِلَّا وَلِيدٌ** (احزاب: ۶۱) ترجمہ: اگر باز نہ رہیں گے منافق اور وہ کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور بدخبر اڑانے والے شہر میں البتہ لگا دیں گے ہم تم کو انکے پیچھے پھر نہ قریب پھینکنے پائیں گے۔ تیرے اس شہر میں مگر بہت کم۔

اگر خلفاء بخیاں شیعوں کے منافق تھے تو ضرور تھا کہ آنحضرت ﷺ ان سے جہاد کرتے اور ان کو آنحضرت کے قریب رہنے کا موقع نہ ملتا۔

۶۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَاهِدُكُمْ وَيُسَّاتِ الْمَصِيبُ** (توبہ: ۷۳) مگر چونکہ اس قسم کا کوئی جہاد ثابت نہیں اور نہ ہی یغظاء آپ کے تاوفات الگ ہوئے بلکہ وفات کے بعد بھی تا انہیں قبر میں بھی ساتھ رہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ موجب قرآن یہ مومن تھے۔

۷۔ **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا** (فتح: ۱۷) چونکہ تحت الشجرة کے حاضرین میں سے یہ خلفاء بھی تھے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ آپ ہی کو رضی اللہ کا مرتبہ ٹیکٹ ملا۔

۸۔ **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ** (نور: ۵۶) چونکہ آنحضرت صلعم کے بعد ان خلفاء کے عہد میں اسلام دور دراز ملکوں میں پھیلا۔ اور اسلام نے وہ موعودہ زور اور عروج پکڑا۔ اور وعدہ الہی تھا کہ مومنوں کے ذریعہ اسلام تکنت پکڑے گا۔ پس خلفاء کا ایمان ثابت ہے۔

۹۔ **وَإِذْ هُمْ بِرُوحِ رَبِّهِمْ يُبَدِّلُ بَلَدَهُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** (حج: ۲۳) حجی روح اللہ سے تائید کی ان میں یہ خلفاء بھی تھے اور یہی حزب اللہ تھے۔

۱۰۔ **إِن تَصْرَوْا لَمْ يَصْرُوا لَكُمْ إِذْ أَخْرَجَهُ اللَّهُ تَابِعِي أَتَمِّنِينَ إِذْ هُمْ فِي الْأَعْرَابِ إِذْ يَقُولُ بِصَاحِبِهِ لَا تَخْرُجْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ**

وَأَيُّدٌ لَا يُجْرِدُونَكَ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا  
 وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (توبہ ۴۰۱)

یہ یازعاً حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے کینت اتاری اور آنحضرتؐ معلم نے انہی کو اپنا رفیقِ طریق بنایا۔

شیعہ مفسرین نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ ہی اُس وقت آنحضرتؐ معلم کے ساتھ غار ثور میں موجود تھے۔ اور صاحبہ سے مراد آپ ہی ہیں (دیکھو تفسیر مجمع البیان و تفسیر صافی سورہ توبہ رکوع ۶ زیر آیت إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا - توبہ ۴۰۱)

## اصحابِ ثلاثہ کے ایمان کے دلائل کتبِ شیعہ سے

۱۔ اگر اصحابِ ثلاثہ مسلمان نہ تھے تو ان کے عہدِ خلافت میں قیصر و کسریٰ کے ساتھ جو جہاد ہوتے وہ بھی ناجائز ہوتے اور جو مالِ غنیمت ان جہادوں میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا وہ بھی حلال نہ ہوا۔ اور جو لوٹدیاں ان جہادوں میں بنائی گئیں وہ بھی حلال نہ ہوتیں۔ شہر بانو خسرو پر ویز کی لڑکی جو حضرت حسینؑ کے قبضہ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسیر ہو کر آئی۔ وہ بھی جائز نہ ہوتی اور اُس سے جو اولاد ہوتی۔ اُسکے متعلق کیا فتویٰ شیعہ حضرات لگائیں گے؟

۲۔ قیصر و کسریٰ کے ساتھ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جو جہاد ہوا اور خدا کے حکم کے مطابق تھا جیسا کہ فرورج کافی جلد ۱ باب مَن يَجِبُ عَلَيْهِ الْمَهَادُ صَلَّاهِ ابُو عَمِيرٍ زَبِيرِي نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے وَ اِنَّهُ لَيْسَ كَمَا ظَنَنْتَ وَلَا كَمَا ذَكَرْتَ وَلِحَقِّ الْمَهَادِ جَرِيْنٌ ظَلِمُوا مِنْ جَهْتَيْنِ ظَلَمَهُمْ اَهْلُ مَكَّةَ بِاَخْرَاجِهِمْ مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ فَقَاتَلُوهُمْ بِاِذْنِ اللَّهِ لَهُمْ فِي ذَالِكَ وَ ظَلَمَهُمْ كِسْرِي وَ قَيْصَرٌ وَ مَنْ كَانَ دُونَهُمْ مِنْ قِبَالِ الْعَرَبِ وَ الْعَجَبِ بِمَا كَانَ فِي اَيْدِيهِمْ مِمَّا كَانَ الْمُؤْمِنِينَ اَحَقَّ بِهِ مِنْهُمْ فَقَدَّ قَاتَلُوهُمْ بِاِذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَالِكَ وَ حُجَّتْ هَذِهِ الْاَيَةُ يَقَاتِلُ الْمُؤْمِنُوْا اَكْلَ زَمَانٍ یعنی جس طرح تو نے سمجھا یا کہا۔ یعنی یہ کہ قیصر و کسریٰ کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائیاں ناجائز تھیں، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں پر ظلم کیا تھا۔ ان پر اہل مکہ نے اُن کے گھروں اور مال و دولت سے نکال کر ظلم کیا۔ پس مسلمانوں نے ان کے ساتھ خدا کے حکم سے جہاد کیا۔ اسی طرح قیصر و کسریٰ اور دیگر عربی و عجمی قبائل نے مسلمانوں پر ظلم کیا۔ اس ملک اور حکومت پر قبضہ کرنے کی وجہ سے جس پر اُن سے زیادہ مسلمانوں کا حق تھا پس مسلمانوں نے ان کے ساتھ خدا کے حکم کے ساتھ جنگ کی۔ اور اسی آیت کے مطابق (یعنی اُوْذِنَ بِالَّذِيْنَ يَقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظَلِمُوْا) (الحج ۴۰۱) ہر زمانہ کہ مسلمان جہاد کرتے ہیں۔

۳۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودتے وقت پہلی مرتبہ پتھر پر کدال مار کر فرمایا اللہ اکبر فارس کے ملک کی گنجیاں مجھے دی گئیں (دیکھو حیات للعلوب جلد ۲ صفحہ ۶۴ نوٹ کشور و ناخ التواریخ کتاب

بدوا صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ ایران، یونینیاں حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ گویا آنحضرت مسلم نے حضرت عمرؓ کو اپنا قائم مقام قرار دیا ہے۔

## حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت

۴۔ وَكَانَ أَفْضَلَهُمْ زَعَمَتْ فِي الْإِسْلَامِ وَأَنْصَحَهُمْ اللَّهُ وَلِرَسُولِهِ الْخَلِيفَةُ  
وَ الْخَلِيفَةُ الْخَلِيفَةُ وَ لَعَمْرِي وَإِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْأَسْكَرِ كَعَطِيئَةَ وَإِنَّ الْمَصَائِبَ  
بِهِمَا الْجُرُوحُ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيدٌ قَرِحُهُمَا اللَّهُ وَ جَزَاءُهُمَا اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمَلَا  
شرح نوح البلاغہ جلد ۲ جز ۱۵ ص ۲۱۹، فَأَرَادَ قَوْمًا قَتَلَ نَبِيَّنَا نوح البلاغہ باب استادمک رارود  
ترجمہ خط نمبر و شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنسر، اور خلفاء میں سے اسلام میں سب سے افضل اور خدا اور  
رسول کے لئے سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق و خلیفہ فاروق تھے۔ اسی طرح  
جس طرح تیرا خیال ہے۔ اور بخدا ان کا مقام اسلام میں بہت بلند ہے اور انکی جدائی کی وجہ سے  
اسلام کو سخت زخم لگا ہے۔ ان دونوں پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور خدا تعالیٰ ان کے اچھے اور اعلیٰ کاموں  
کا ان کو اجر دے۔

۵۔ وَلَا رَيْبَ إِنَّ الصَّحِيحَ مَا ذَكَرَهُ أَبُو عُمَرَ إِنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ السَّابِقُ وَ أَنَّ  
أَبَا بَكْرٍ هُوَ أَدْلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ (شرح نوح البلاغہ مؤلفہ عبدالحمید بہتہ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین  
بن ابی الحدید شیعی جلد ۲ جز ۲ ص ۲۱۳) اور یہ شک جس بات کا ابو بکر نے ذکر کیا ہے۔ سچ ہے کہ گو حضرت علیؓ  
نے پہلے اسلام قبول کیا، لیکن ابو بکر نے سب سے پہلے اسلام کا اعلان کیا۔

۶۔ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ أَدْلُ مَنْ أَسْلَمَ أَبُو بَكْرٍ (شرح نوح البلاغہ جلد ۲ جز ۲ ص ۲۱۳)  
ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔

۷۔ عَنْ أَبِي نَصْرٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَعْزِي أَنَا أَسْلَمْتُ قَبْلَكَ فِي حَدِيثٍ ذَكَرَهُ فَلَمْ  
يُنْكَرْهُ عَلَيْهِ۔ (شرح نوح البلاغہ جلد ۲ جز ۲ ص ۲۱۳) ابو نصر کہتے ہیں کہ کسی گفتگو میں حضرت ابو بکرؓ نے  
حضرت علیؓ سے کہا کہ میں آپ سے پہلے مسلمان ہوا تھا۔ مگر حضرت علیؓ نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا۔

۸۔ وَقَالَ عَلِيُّ وَالزَّيْبِيُّ مَا قَضَيْنَا إِلَّا فِي الْمَشُودَّةِ وَ إِنَّا لَنَرَى أَبَا بَكْرٍ أَحَقَّ النَّاسِ  
بِهَا إِنَّهُ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَ إِنَّا لَنَعْرِفُ لَهُ سُنَّتَهُ وَ لَقَدْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِالصَّلَاةِ بِالنَّاسِ وَ هُوَ حَيٌّ۔ (شرح نوح البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید شیعی جلد ۲ جز ۲ ص ۲۱۳) حضرت علیؓ اور  
حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ ہم نے سوائے مشورے کے اور کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ کیونکہ ہم یقیناً حضرت ابو بکرؓ  
کو اپنوں میں سے سب سے زیادہ اس امر کا مستحق خیال کرتے ہیں کیونکہ آپ صاحب غار ہیں۔ اور ہم ان  
کے اچھے طریقوں کو جانتے ہیں۔ اور آنحضرت مسلم نے جبکہ آپ زندہ تھے ابو بکرؓ کو لوگوں کو نماز پڑھانے  
کا حکم دیا تھا۔

۹۔ کتاب کشف المنتہی معرفة الاشیة میں ہے۔ اِنَّهُ سُئِلَ الْاِمَامُ الْبُرْجَعِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ جَلِيَّةِ السَّبْعِ قَالَ نَعَمْ حَتَّى الْبُوَيْرِ الصِّدِّيِّ سَيِّفَهُ بِالْفِضَّةِ فَقَالَ الرَّاُوِيُّ يَقُولُ هَكَذَا فَاثَوَّبَ الْاِمَامُ عَنْ مَكَانِهِ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيُّ فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيُّ فَلَا صَدَقَ اللهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا۔ کہ امام جعفر سے پوچھا گیا کہ کیا تلوار کو سونا چڑھانا جائز ہے تو آپ نے فرمایا۔ ہاں جائز ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار کو سونا چڑھایا تھا۔ اس پر راوی نے متعجب ہو کر کہا کہ آپ ایسا (یعنی ابو بکر کو صدیق کہتے ہیں) تو امام اپنی جگہ سے اٹھ کر کہنے لگے ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے خدا دُنیا میں اس کی بات کو سچا نہیں کریگا۔

۱۰۔ حضرت علیؑ حضرت عثمان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:-

وَاللهَ مَا اَدْرِي مَا اَقُولُ لَكَ مَا اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ وَلَا اَدْرِيكَ عَلَيَّ اَمْرٌ لَّا تَعْرِفُهُ اِنَّكَ لَتَتَعَلَّمُ مَا سَبَقْنَاكَ اِلَى شَيْءٍ فَنَبَلَّغُهُ وَ قَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُولَ اللهِ كَمَا صَحَبْنَا وَمَا ابْنُ ابْنِي تَخَافُهُ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ يَأْذِي بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ وَ اَنْتَ اقْرَبُ اِلَى رَسُولِ اللهِ----- وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ وَمَالَهُ يَنَالُكَ۔  
(سبع البلاغہ اردو ترجمہ حصا اول ص ۲۳)

بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ کے سامنے کیا بیان کروں مجھے کوئی ایسی نئی بات معلوم نہیں جو آپ نہ جانتے ہوں اور میں آپ کو کوئی ایسی نئی بات نہیں بتا رہا جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ کیونکہ میرا علم آپ سے زیادہ نہیں۔ ہم آپ سے کسی امر میں سبقت نہیں رکھتے کہ ہم آپ کو اس کی اطلاع دینے کے قابل ہوں اور نہ ہم کسی امر میں مفروضہ ہی ہیں کہ وہ امر آپ تک پہنچائیں۔ بے شک آپ نے وہ سب کچھ دیکھا اور سنا۔ جو ہم نے دیکھا اور سنا۔ اور آپ بھی اسی طرح آنحضرت صلعم کے صحابی رہے جس طرح ہم تھے۔ ابو بکر اور حضرت عمرؓ آپ سے کسی امر میں سبقت نہ کھنے والے نہ تھے اور آپ آنحضرت صلعم کی دامادی کے باعث آنحضرت کے ان دونوں سے زیادہ مقرب ہیں۔

۱۱۔ وَ مِنْ كِتَابِ لَهُ اِلَى مُعَاوِيَةَ اِنَّهُ بِالْغَيْبِ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ بَالِغُوا اَبَابِكُمْ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَيَّ مَا بَالِغُوا هُمْ عَلَيْهِ----- اِنَّهُمْ اُنَاسٌ اِنْ اجْتَمَعُوا عَلَيَّ رَجُلٍ وَ سَمَوُهَا اِمَامًا كَانَ ذَا لِكَ اللهُ رِضًا۔ (سبع البلاغہ اردو ترجمہ حصہ دوم صفحہ ۷۲۴)

حضرت علیؑ نے حضرت معاویہ کو ایک خط میں (اپنی خلافت کا یہ ثبوت) لکھا کہ میری بیعت نئی لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی۔ اور اسی امر پر کہ ہے جس امر پر ان کی کی تھی۔۔۔۔۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ایک شخص پر مجتمع ہو کر اس کو اپنا امام کہیں۔ تو یہی امر خدا کے ہاں بھی موجب رضا ہوتا ہے۔

۱۲۔ اللهُ بَلَاءُ فَلَإِنْ فَقَدْ قَوَمَ الْاَوْدَ وَ دَاوَى الْعَمَدَ وَ اَقَامَ السَّنَةَ وَ خَلَفَ الْفَيْئَةَ وَ ذَهَبَ لِقَى الثَّوْبِ قَلِيلَ الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَ سَبَقَ شَرَّهَا اَذَى

إِنِ اللّٰهُ هَاطَهُتَهُ وَآلَتَقَا بِحَقِّهِ - رنج البلاغ اوردو ترجمہ اول ص ۳۳

فلاں آدمی کیا ہی اچھا تھا کیونکہ اُس نے کبھی کو درست کیا اور دلوں کی بیماریوں کا علاج کیا۔  
فتنہ کو پیچھے ہٹایا۔ اور سنت کو قائم کیا اور انتقال کیا ایسی حالت میں کہ وہ پاک اور بے عیب تھا۔ خلافت  
کا اچھا حصہ پایا۔ اور اس میں پیدا ہونے والے شتر سے چلے گزر گیا۔ اللہ کی اطاعت گزاری کی اور  
اس کے حقوق میں تقویٰ سے کام لیا۔

یہ سب عبارت حضرت علیؑ نے حضرت عمرؓ کی نسبت کہی۔ چنانچہ اس خطبہ کے حاشیہ میں  
عبدالمجید بن ابی الحدید شیبلی نے لکھا ہے کہ فلاں سے مراد عمرؓ ہیں۔

۱۳۔ امام جعفر صادق سے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق کسی نے سوال کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا:  
هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِمَانِ كَانَا عَلٰى الْحَقِّ وَ مَا نَا عَلَيْهِ فَعَلَيْنَاهَا رَحْمَةً اَللّٰهُ  
يُوَدُّ اَلْقِيَامَةَ (رسالہ اولہ تقيتہ فی ثبوت تقيتہ مؤلفہ سلطان العلماء سید محمد صاحب مجتہد) کہ وہ  
دونوں امام تھے عدل اور انصاف کرنے والے وہ دونوں حق پر تھے اور حق پر ہی ان کی وفات ہوئی۔ اور  
قیامت کے دن ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہوگی۔

نوٹ ہے۔ شیعوں کا اس قول کے متعلق یہ کہنا کہ امام جعفر نے دوسرے دن اس قول کی تائید یہ  
کی تھی کہ "اِمَامَانِ" سے میری مراد اہل جہنم کے امام تھی۔ غلط ہے بوجوہات ذیل۔

(۱) هُمَا اِمَامَانِ سے مراد اہل جہنم کے امام نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ عربی زبان اس کی اجازت نہیں  
دیتی۔ هُمَا اِمَامَا اَهْلِ النَّارِ كُنَا جَابِتِي تَهَا۔ کیونکہ تشبیہ یا جمع کا صیغہ جب مضاف ہو تو اس کے آخر  
سے نون گر جاتا ہے جیسے هُمَا مُسْلِمُوْا مَلَكَةً (یعنی وہ مکہ کے مسلمان ہیں۔ هُمَا مُسْلِمُوْنَ مَلَكَةً  
نہیں ہو سکتا۔

(۲) امام سے جس شخص نے فتویٰ پوچھا۔ اس کو تو آپ نے مندرجہ بالا صاف الفاظ میں جواب دے دیا  
وہ اب اس فتویٰ کے مطابق حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو مؤمن ہی سمجھے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد دوسرے دن  
اس قول کے الفاظ کی ظاہری منہم کے خلاف غلط تائید کرنا بالکل غیر معقول ہے۔ اس شخص کی گمراہی (بقول  
شما) کا باعث تو حضرت امام جعفرؓ ہی کا یہ قول ہوگا۔ امام جعفر نے اگر کوئی تشریح اپنے الفاظ کی کرنی ہوتی  
تو اس شخص کے سامنے ہی کرنی چاہیے تھی۔

۱۴۔ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ التفسیر سورۃ الفتح آیت ۱۹ میں کہتے ہیں:-

"انحضرت فرمودہ درخ نرودیک کس از ان مومنان کہ اوزیر شجر بیعت کردند و این رابعت الزموا  
ہم نہادہ اند۔ بجمت آنحضرت تعالیٰ در حق ایشان فرمود کہ لَعَدَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يَبَايَعُوْنَكَ  
تَحْتَ الشَّجَرَةِ" (الفتح: ۱۹)

کہ آنحضرت نے فرمایا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنیوالوں میں سے سب کے سب جنتی ہیں۔ کیونکہ  
خدا نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کا ان کو خطاب دیا ہے۔

۱۵۔ یکشت الغزہ فی معرۃ ھذا میں بیعت رضوان کی شرح میں روایت ہے۔ از جابر بن عبد اللہ انصاری روایت است کہ ماوراء آل روزن ہزار و چہار صد (یعنی چودہ سو) کس بودیم۔ در آل روزن از آنحضرت معلّم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بسخا فرماں نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روستے زمین اند و ہمد در آل روزن بیعت کردیم و کہے از اہل بیعت گشت نہ نمود۔ مگر اجد بن قیس کہ آں منافق بیعت خود را شکست ؟

گو با بیعت رضوان کرنے والے چودہ سو مسلمان تھے اور سوائے اجد بن قیس کے سب کے سب جنتی ہیں مگر شیعہ تو صرف پنجتن یا ساٹھ چھتن کو جنتی مانتے ہیں۔

۱۶۔ حضرت عثمانؓ اس بیعت کے وقت موجود نہ تھے بلکہ بطور سفیر مکہ میں گئے ہوئے تھے۔ ان کے متعلق لکھا ہے۔ فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ وَبَايَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الْمُسْلِمِينَ وَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُونَ طُوبَى لِعُثْمَانَ قَدْ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَا كَانَ لِيُفْعَلَ فَلَمَّا جَاءَهُ عُثْمَانُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَطَعْتَنِي بِالْبَيْتِ فَقَالَ مَا كُنْتُ إِلَّا طُوفًا بِالْبَيْتِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لَمْ يُطْعَمْ بِهِ (فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵) حضرت عثمانؓ چلے گئے۔۔۔۔۔ تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں سے بیعت لی۔ اور آنحضرتؐ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر حضرت عثمانؓ کی بیعت لینے کے لئے رکھا اور مسلمانوں نے کہا کہ عثمانؓ بڑا خوش قسمت ہے کہ اُس نے کعبہ کا طواف بھی کر لیا اور صفا اور مروہ کے درمیان کسی بھی کر لی مگر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔

نوٹ:۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ حضرت عثمانؓ تو بطور سفیر مکہ چلے گئے اور باقی مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے کفار نے روکا آنحضرتؐ نے مسلمانوں کی یہ بات سکر فرمایا کہ عثمانؓ تو ایسا کرنے والا نہیں ہے۔ (یعنی اس نے ایسا نہیں کیا ہوگا) پس جب عثمانؓ واپس آئے آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا۔ کیا آپ نے کعبہ کا طواف کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں طواف کر لیتا۔ اس حالت میں کہ آنحضرتؐ نے طواف نہ کیا ہو۔ یہ حوالہ حضرت عثمانؓ کی شانِ ایمانی ثابت کرتا ہے۔

۱۷۔ اگر اصحاب ثلاثہ مؤمن اور خلفائے برحق نہیں تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو آسَدُ اللَّهِ الْغَالِبِ عَلَيَّ كُلِّ غَالِبٍ کے مصداق ہیں ان کی بیعت کیوں کی؟ شیعوں کی معتبر کتاب تاریخ التواریخ جلد ۲ کتاب دوم ص ۳۳ پر لکھا ہے: ثَمَّ مَدَّ يَدَهُ قَبْلَ بَيْعِهِ

یعنی حضرت علیؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ اگر کہو کہ انہوں نے "تقیہ" کر کے باعث خوف بیعت کی تو اول تو یہ حضرت علیؓ جیسے "أَشْجَعُ النَّاسِ" "فَاتَخَّ حَيْبُكُ" اور "شِيرُ خَدَّاءِ" کی شان کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک "فاسق" غاصب اور خائن کی مجبوراً بیعت کر لینا ایک مستحسن فعل تھا تو پھر حضرت امام حسینؓ نے اپنے جلیل القدر والد کی اس اچھی سنت پر عمل کر کے کیوں بیزید کی بیعت نہ کی۔ اپنی اور خاندانِ نبوت کے بیسیوں معصوموں کی جانیں

یوں قربان کروا ڈالیں؟ حالانکہ جہاں تک شجاعت اور مردانگی کا سوال ہے اس کے لحاظ سے اگر اس قسم کی کمزوری دکھانا ممکن ہو سکتا تھا تو امام حسینؑ کے لئے ممکن ہو سکتا نہ کہ حضرت علیؑ کے لئے پس ثابت ہے کہ چونکہ حضرت امام حسینؑ کے نزدیک یزید خلیفہ برحق نہ تھا اس لئے انہوں نے جان دے دی لیکن ایسے شخص کی بیعت نہ کی لیکن چونکہ حضرت علیؑ کے نزدیک حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ خلفائے برحق تھے اس لئے انہوں نے انکی بیعت کر لی۔

## ولال ومطامن شیعہ کا جواب

شیعہ - اِنَّمَا وَيَشْكُرُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا (مائدہ ۵۶) وَالَّذِينَ آمَنُوا سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔ لہذا وہ خلیفہ بلا فصل ہوتے؟

الجواب ۱- اِنَّمَا كلمه حصہ ہے۔ اگر وَالَّذِينَ آمَنُوا سے مراد حضرت علیؑ ہوں۔ تو شیعوں کے باقی ائمہ کی امامت باطل ہوتی کیونکہ پھر سوائے اللہ رسول اور علیؑ کے کسی اور کی امامت متنع ہو جائیگی۔

۲- وَالَّذِينَ آمَنُوا اجمع کا صیغہ ہے۔ اس سے علیؑ (واحد) مراد نہیں لیا جاسکتا۔ (۳) اس کے آگے ہے يُوَدِّعُونَ الزُّكُوفَةَ۔ حضرت علیؑ کا زکوٰۃ دینا ثابت نہیں۔ (۴) وَالَّذِينَ آمَنُوا سے مراد اگر حضرت علیؑ ہوں تو اس کے آگے اُن کے ساتھ دوستی کرنے والے گروہ کو غالب قرار دیا گیا ہے۔ مگر بقول شما علیؑ کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

۵- اہل سنت کی تفاسیر میں جہاں وَالَّذِينَ آمَنُوا سے مراد حضرت علیؑ کو لکھا گیا ہے وہاں علماء اہل سنت نے شیعوں کا قول نقل کر کے اس کے آگے اس کی تردید کی ہے۔ پس وہ ہمارے لئے دلیل نہیں ہو سکتی رد کیجیو الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعۃ مصنفہ امام شوکانی ص ۱۰۴، فَإِنَّ ذَلِكَ مَوْصُوعٌ بِذَلِكَ خَوْفٌ کہ یہ روایات بلاشبہ وضعی ہیں۔

۶- لفظ "ولی" درست۔ ناصر اور حاکم کے معنوں میں مشترک ہے اس کے معنی صرف حاکم لینا محبت نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کے لئے دلیل نہ دی جائے۔ (۷) اس آیت میں "ولی" کے معنی محب و ناصر کے ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کی دوستی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے بعد اس آیت میں اللہ رسول اور مومنوں کو دوست بنانے کی تلقین کی گئی ہے (۸) یہ آیت اصحاب ثلاثہ پر صادق آتی ہے۔ کیونکہ اس آیت سے پہلی آیت میں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ فَاعْلَمُوا بِذَلِكَ إِنَّهُ يَرْتَدُّ عَنْ آلِ بَيْتِهِ وَمَنْ يَبْتَغِ الْفِتْرَةَ يَبْتَغِ الْمَوْتَ وَالْعَذَابَ عَظِيمَ (۵۵) ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو خدا ایک اور قوم کو لائے گا وغیرہ۔ آنحضرتؐ کی وفات پر ظہور عرب جو ہو یعنی تمام عرب والے مرتد ہو گئے ان کو حضرت ابوبکرؓ اور انکے اصحاب کے سوا اور کون مسلمان بنانے والا ہوا۔

۹- وَالَّذِينَ آمَنُوا سے دوستی رکھنے والوں کو خدا نے غالب گروہ قرار دیا ہے اور وہ اصحاب ثلاثہ اور اُن کے اصحاب ہیں۔



شیعہ :- " مَنْ كُنْتُ مَوْلَاً فَعَلَيْ مَوْلَاؤُهُ " (الترمذی کتاب المناقب - مناقب علیؑ - ۱۹)  
 جواب ۱- اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے: جو مجھ سے محبت کرے وہ علیؑ سے بھی محبت کرے "یا  
 جس سے میں محبت کرتا ہوں۔ علیؑ بھی اس سے محبت کرتا ہے"  
 "مولا" لفظ ہے جس کے معنی محل محبت کے ہیں۔

۲- ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی کے سامنے اعلان کیا تو اس کے دو تین ماہ ہی بعد آنحضرت  
 صلعم کی وفات کے دن وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی کہاں گئے تھے؟ ان میں سے ایک بھی تو خلافت  
 کے لئے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیتا۔ (۳) حضرت علیؑ بھی اپنی خلافت کے لئے اس حدیث کو پیش  
 نہیں کرتے۔ (۴) یہاں تک کہ جب حضرت عثمانؓ کی وفات پر حضرت علیؑ غلیفہ منتخب ہوئے تو  
 حضرت معاویہ نے انکار کیا۔ حضرت علیؑ نے اپنی خلافت منوانے کے لئے متعدد دلائل دیتے مگر  
 تم غدیر کے واقعہ کا کہیں ذکر نہیں کیا لہذا ثابت ہوا کہ یہ بعد کی اختراع ہے۔  
 (شیعہ) "أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔"

جواب ۱- (۱) یہ حدیث ضعیف ہے۔ دیکھو (ترمذی جلد ۲ کتاب المناقب باب مناقب علی)

۲- اس حدیث کے متعلق لکھا ہے :-

ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوْدِيِّ فِي الْمَوْضُوعَاتِ مِنْ عِدَّةِ طُرُقٍ وَجَزَمَ بِبُطْلَانِ الْكَلِمِ  
 (اللمعات برعاشیہ شکرۃ مطبوعہ مطابع دہلی ص ۵۶۳) اس حدیث کو ابن جوزی نے متعدد طرق سے  
 روایت کر کے موضوع قرار دیا ہے۔ نیز اس کے سب طریقوں کو باطل قرار دیا ہے۔

(نیز دیکھو فوائد المجموع فی احادیث الموضوعه مصنف امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص ۱۱۸)

۳- اس کا ترجمہ ہے: "میں علم کا شہر ہوں اور اس کا دروازہ بہت بلند ہے؟ کہاں ہے  
 ذکر علیؑ؟ (۴) ایک دروازہ والا بھی شہر ہوا ہے؟ ہاں جیل خانے اور کوٹھڑی کا ایک دروازہ ہوتا  
 ہے۔ شہر کے کم از کم چار دروازے ہونے چاہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلعم علم کا شہر ہیں اور  
 ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اس شہر کے چار دروازے ہیں حضرت علیؑ بھی ان میں سے ایک  
 ہیں۔ یاد رہے کہ مندرجہ بالا حدیث میں ایک دروازے کا حصر نہیں۔

۵- خود حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا: "إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ (سبح اللہ فرشتہ)

ص ۱۱۲) کہ اے عثمان! تو اتنا ہی عالم ہے جتنا میں۔ پس حضرت عثمانؓ کی حضرت علیؑ سے مساوات علی  
 ثابت ہے۔ اگر وہ علم کا دروازہ ہیں تو حضرت عثمانؓ بھی بوجہ مساوات علمی رکنے کے علم کا دروازہ ہونے  
 شیعہ ۱- حضرت علیؑ کے لئے رجعت شمس کا معجزہ ظاہر ہوا اور یہ انکی فضیلت کی دلیل ہے۔

جواب :- رجعت شمس والی روایت سراسر جعلی اور موضوع ہے۔

(ملاحظہ ہو موضوعات کبیرہ علی قاری ص ۸۹) نیز الفوائد المجموع فی احادیث

الموضوعه مصنف امام شوکانی مطبوعہ محمدی پریس لاہور ص ۱۱۸ و ص ۱۱۹)

شیعہ ۱۔ "حدیث طبر" سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خدایا! اس آدمی کو بھیج دے جو تمام انسانوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگا کہ وہ میرے ہمراہ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ تو حضرت علیؑ تشریف لے آئے۔

جواب :- یہ روایت بھی مراسر جعلی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

لَهُ طَرُقٌ كَثِيرَةٌ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ وَقَدْ ذَكَرَهُ ابْنُ الْجَوَازِيِّ فِي الْمَوْصُوعَاتِ (الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ ص ۱۲۹) کہ یہ روایت جتنے طریقوں سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں اور ابن جوزی نے کہا ہے کہ یہ روایت وضعی یعنی جعلی ہے۔

## حضرت عثمانؓ کا جنازہ

اعتراف شیعہ ۱۔ حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ نہیں پڑھا۔

جواب ۱۔ غلط ہے حضرت عثمانؓ کے جنازے پر حضرت علیؑ حاضر ہوئے۔ چنانچہ لکھا ہے :-

۱۔ وَقِيلَ شَهِدْنَا زَنَةَ عَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَزَيْدَ ابْنِ ثَابِتٍ وَكَعْبَ ابْنِ مَالِكٍ (کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۹۹) کہ حضرت عثمانؓ کے جنازہ پر حضرت علیؑ، طلحہ، زید بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے۔

۲۔ اسی طرح شیعوں کی ناسخ التواریخ میں ہے :-

محسن بن علی یا عبداللہ بن زبیر و ابو جہم بن حذیفہ و چند تن جسد اوزاراً بر تختہ پارہ نماؤند۔۔۔۔۔ و جشن نام بستان است در آنجا خاک سپردند۔ (ناسخ التواریخ کتاب دوم جلد ۲ ص ۳۳) گویا حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کا جنازہ بوسالت امام حسنؑ کرایا۔ یاد رہے کہ جنازہ پڑھانے کفایہ ہے، نیز جو امر حضرت علیؑ کو (بقول شما) جنازہ پڑھنے سے مانع تھا وہ حضرت حسنؑ کو کیوں مانع نہ ہوا۔

## حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا جنگ سے بھاگنا

اعتراف شیعہ ۱۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا جنگ سے بھاگے۔

جواب ۱۔ غلط ہے۔ طبری میں ہے :-

و نَهَضَ نَحْوَ الشَّعْبِ مَعَهُ عَيْلُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ الْوَبَكْرُ ابْنُ أَبِي تَحَفَّافَةَ وَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ۔ (طبری مطبوعہ یورپ جلد ۳ ص ۱۴۰) اور کھائی کے پاس آنحضرت صلعم کے ساتھ حضرت علیؑ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کھڑے (دشمن کے ساتھ) مقابلہ کرتے رہے۔

۲۔ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ انصرفت كلهم عن رسول الله فكننت اذل من قانا (تاریخ الخلفاء ص ۳۵) حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن جب

۱۵۳

آنحضرت معلم کے پاس سے سب لوگ ادھر ادھر چلے گئے تو سب سے پہلے میں آپ کے پاس پہنچا۔  
۳- وَصَحْنَتْ مَعَهُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ تَارِيخ طبری جلد ۳  
۱۶۶ مطبوعہ لندن، کہ جنگ حنین میں حضرت ابو بکر و عمر آنحضرت کے ساتھ ثابت قدم رہے۔  
۴- وَصَحْنَتْ رَأْبُو بَكْرٍ، يَوْمَ أُحُدٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲) کہ حضرت  
ابو بکرؓ جنگِ اُحد اور حنین میں ثابت قدم رہے۔

۵- اسی طرح جنگِ خیبر کے متعلق لکھا ہے:-

وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَخَذَ رَأْيَةَ رَسُولِ اللَّهِ ثُمَّ نَهَضَ فَقَاتَلَ قِتَالًا شَدِيدًا  
ثُمَّ رَجَعَ فَأَخَذَهَا عُمَرُ فَقَاتَلَ قِتَالًا شَدِيدًا هُوَ أَشَدُّ مِنَ الْقِتَالِ الْأَوَّلِ (طبری  
جلد ۳ ص ۱۵۸ مطبوعہ لندن) کہ جب آنحضرت بیمار ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ نے یکے  
بعد دیگرے آنحضرت کا مجھڑا لیکر ایک دوسرے سے بڑھ کر کفار سے جنگ کی۔

۶- اسی طرح تاریخ الخلفاء میں حضرت ابو بکرؓ کے متعلق حضرت علیؓ کی شہادت موجود ہے۔  
فَوَاللَّهِ مَا دَنَى وَمَا أَحَدٌ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ شَاهِرًا بِالشَّيْفِ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ  
اللَّهِ فَهَمَّ أَشَجَعُ النَّاسِ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲) کہ خدا کی قسم! حضرت ابو بکرؓ کے سوا اور  
کوئی ہم میں سے آنحضرت کے قریب نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ تلوارِ سونٹ کر آنحضرت کے سر پر  
پہرہ دے رہے تھے پس آپ سب سے زیادہ شجاع تھے۔

پس کتبِ اہل سنت سے اصحابِ ثلاثہ کا جنگوں کے موقع پر ثابت قدم رہنا ثابت ہے۔ اس  
لئے اہل سنت کے بالمقابل یہ طعن کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ باقی رہیں اہل شیعہ کی روایات۔ سو وہ جنت میں؟

### حضرت عمرؓ کا اپنے مردہ بیٹے کو کوڑے لگوانا

اعتراضِ شیعہ :- حضرت عمرؓ نعوذ باللہ استقدر سخت دل تھے کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے ابو شحہ نامی  
کو شراب پینے کے جرم میں کوڑے لگوائے، اور جب وہ کوڑوں کی مقررہ تعداد کے پورا ہونے سے  
پہلے مر گیا تو آپ نے اس کی لاش پر کوڑے لگوانے کا حکم دیا۔

جواب :- یہ روایت سراسر جعلی اور موضوع ہے۔

إِنَّ عُمَرَ آقَامَ الْحَدَّ عَلَى وَكَيْدِهِ يُخْنِي أَبَا شَحْبَةَ بَعْدَ مَوْتِهِ فِي تَصَدِّقِ  
طَوِيلَةٍ مَوْضُوعَةٍ۔ (الفوائد المجموعہ فی الامادیت الموضوعۃ۔ مصنف امام شوکانی مطبع محرمی ص ۱۰۰)  
کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں وہ طویل قصہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کو جس کی  
کنیت ابو شحہ تھی اس کے مرجانے کے بعد بھی کوڑے لگوائے و قسمی ہے۔

۱۵۴

## بارغ فدک

اعراض بنا، حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو آنحضرتؐ کے ترکہ سے کچھ نہ دیا۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کے  
لَا تَرِثُ وَلَا نُورُثُ والی حدیث کے پیش کرنے پر حضرت فاطمہؓ نے قرآن کی آیت پیش کی کہ يُوصِيهِمْ  
اللَّهُ فِي أَوْلَادِهِ لِلذَّكَوٰهِ مِثْلُ مِثْلِ الْأُنثٰىٰنِ ۝ (النساء، ۱۲)۔  
جواب ۱۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے ضد سے ایسا نہیں کیا کیونکہ انہوں نے آنحضرتؐ سے حدیث سنی ہوئی تھی  
اور قرآن کریم کو آنحضرتؐ ہی زیادہ سمجھتے تھے۔

جواب ۲۔ اگر حضرت فاطمہؓ سے ضد تھی تو دیگر ازواج مطہرات اور خصوصاً اپنی لڑکی حضرت عائشہؓ کو وراثت  
دیتے، لیکن انہوں نے اس لیے نہ مانگی کہ انکو مندرجہ بالا حدیث مانع تھی۔ اگر یہ کہیں کہ انکو اس  
لیے نہ دی کہ حضرت فاطمہؓ دعویٰ نہ کرتی تھیں۔ تو وہ تو بہت جلد فوت ہو گئیں، بعد ان کے دس  
دیسے، مگر ایسا نہ کیا۔

جواب ۳۔ لَا تَرِثُ وَلَا نُورُثُ (بخاری کتاب النسب۔ کتاب فضائل اصحاب النبیؐ، کتاب الفرائض۔ کتاب  
الغازی مسند احمد بن حنبل، ۶-۷، ۸۹۲) والی حدیث شیعوں کے نزدیک بھی درست ہے چنانچہ اسی مفہوم  
کی حدیث شیعوں کی کتاب الاصول الکانی کتاب زین العظمیٰ باب صفة العليم و فضلہ و فضل العلماء  
صکا مطبوعہ نوکشور، میں محمد بن یعقوب راوی نے ابی البختری سے وہ ابو عبید اللہ جعفر بن صلوق  
سے روایت کرتے ہیں:-

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرِثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَذٰلِكَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُورَثُوْا اِنِّي نَسَعَةً  
لَمْ يَرِثُوْا وَرِثَتُهَا وَلَا وِيْنَآءًا وَ اَتَمًا اَوْرِثُوْا اَحَادِيْثَ مِنْ اَحَادِيْثِهِمْ مَّتَعَن  
اَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَغَدَّ اَخَذَ يَحْفَظُ وَا فِرًا كَعُلَمَاءِ بَنِيوں کے وارث ہیں اور یہ اس  
لئے ہے کہ انبیا۔ نے وراثت نہیں چھوڑی۔ اور ایک نسخہ میں ہے: نہ وراثت ہوتے کسی وریم  
یادگار کے بلکہ وراثت کئے گئے ان کے کلام میں سے کلام کے۔ اور اگر اس میں سے کسی نے کچھ لیا تو اس نے  
بہت بڑا حصہ لیا، نیز دیکھیں "منار البدیٰ" اشرح علی المرحانی ص ۲۳۳ باب منع فاطمہؓ المیراث)

جواب ۱۔ اگر حضرت ابو بکرؓ نے مذکورہ صدر حدیث آنحضرتؐ کے منہ سے نہیں سنی تھی تو انکو حضرت فاطمہؓ  
کو وراثت سے محروم کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ کیا حضرت ابو بکرؓ نے وہ زمین خود لے لی یا اپنے خاندان  
کو دیدی۔ اگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کا مقصد سوائے شریعت کے حکم کو پورا کرنے  
کے اور کچھ نہ تھا۔

جواب ۲۔ اگر حضرت فاطمہؓ کو انہوں نے اس حدیث کی وجہ سے محروم کیا تو اس وجہ سے اپنی اور اپنے دست  
حضرت عمرؓ کی بیٹی کو بھی محروم کیا۔

جواب ۳۔ جب حضرت علیؓ بن خود خلیفہ ہوئے تو کیوں انہوں نے حضرت فاطمہؓ کی اولاد (حضرت امام حسنؓ و

حسینؑ کو آنحضرتؐ کا ورثہ نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کے نزدیک بھی آنحضرتؐ کا ورثہ قابل تقسیم نہ تھا۔ اگر حضرت ابو بکرؓ اس واسطے غاصب ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہؑ کو فدک کا حصہ نہ دیا تو بعینہ حضرت علیؑ بھی ایسے ہی غاصب ہیں۔

اعراض ۷ :- آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؑ کے واسطے فدک کی وصیت کی مگر حضرت ابو بکرؓ نے مخالفت وصیت حضرت فاطمہؑ کو فدک پر تصرف نہ دیا۔ حضرت فاطمہؑ سخت ناراض ہوئیں حالانکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ **مَنْ أَعْضَبَهَا أَعْضَبَنِي** (البغاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا جزء ممری ص ۳۳) یعنی جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

جواب ۱۔ شیعہ لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صرف حضرت ابو بکرؓ نے اس وصیت اور ہبہ نامہ کو جاری نہ فرمایا۔ بلکہ حضرت علیؑ نے بھی جاری نہ فرمایا تھا۔ ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ نے تو اس واسطے اس کا اجراء نہ فرمایا کہ انکو یہ حدیث معلوم تھی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو ہم چھوڑیں گے وہ صدقہ ہوگا لیکن پھر حضرت علیؑ نے اپنی چند روزہ خلافت میں کیوں اس کو جاری نہ کیا؟ پس معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کو بھی یہ روایت پہنچ چکی تھی اور وہ اس کو درست تسلیم کرتے تھے اسی واسطے آپؑ نے بھی اس کو ویسے ہی رکھا جیسے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے عہد میں چلی آتی تھی۔

باقی ناراضگی کے متعلق یہ ہے کہ یہ الفاظ آپؑ نے اس وقت فرمائے تھے جب حضرت علیؑ نے ابوجہل کی لڑکی سے شادی کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت فاطمہؑ حضورؐ کے پاس روتی ہوئی آئیں۔ آپؑ نے اس وقت کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں آپؑ نے فرمایا۔

**أَلَا إِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِنِّي كَيْدُونِي مَا آذَاهَا وَ يُؤِيبُنِي مَا آرَأَبَهَا**  
**فَمَنْ أَعْضَبَهَا أَعْضَبَنِي** (بغاری کتاب النکاح باب ذَبَّ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ فِي الْغَيْرَةِ

والانصاف جزء ممری ص ۳۳) و مسلم کتاب فضائل صحابہ باب فضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ ابوداؤد کتاب النکاح باب الغيرة۔ ترمذی الناقب باب فضیلت فاطمہ رضی اللہ عنہا) یعنی فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے اگر اسے تکلیف ہوتی تو مجھے بھی ہوتی۔ پس جس نے اس کو ناراض کیا اس نے گویا مجھے بھی ناراض کیا۔ حدیث میں آپؑ نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا کہ جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے گویا

مجھے ناراض کیا اور صاف ظاہر ہے کہ اس وقت سے پہلے صرف حضرت علیؑ کی وجہ سے حضرت فاطمہؑ کو تکلیف پہنچی تھی کہ جس کے باعث آنحضرتؐ کو بھی تکلیف پہنچی اور آپؑ نے اس تکلیف کی شدت میں ایک خطبہ پڑھا جس میں پہلے مورد حضرت علیؑ ہی ہیں، حضرت ابو بکرؓ سے اگر وہ ایک بات پر جو واقعہ میں حق تھی ناراض ہو گئیں تو آپؑ اس حدیث کے نیچے نہیں آ سکتے کیونکہ یہ بعد کا واقعہ ہے اور آپؑ نے یہ قانون نہیں باندھا بلکہ ایک خاص واقعہ پر فرمایا تھا

کہ فاطمہؑ کو جس نے تکلیف دی ہے اس نے مجھے بھی تکلیف دی ہے۔  
جواب ۲۔ کتاب نوح البلاغہ میں شیخ ابن منظر نے ایک بات کہی جس سے تمام جھگڑے دور ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے:-

إِنَّهُ لَسَاءَ وَعَظَمَتْ فَاطِمَةُ أَبَا بَكْرٍ فِي فِدَاكَ كَتَبَ لَهَا كِتَابًا وَرَدَّ عَلَيْهَا ۚ یعنی جب فاطمہ نے ابو بکر کو فدک کے معاملہ میں بہت نصیحت وغیرہ کی تو انہوں نے اسکو نوشتہ لکھ دیا یعنی فدک اس کو دیدیا۔ اگر یہ روایت درست ہے، تو پھر حضرت ابو بکرؓ پر طعن کا کوئی موقع ہی نہ رہا۔

فَأَسَمَ عَلَيْهَا لِقَرَضِي قَرَضِيَّتْ (تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۱۳ مطبوعہ مصر) کہ حضرت فاطمہؑ کو راضی ہونے کے لئے قسم دی گئی، پس وہ راضی ہو گئیں۔

”فَمَسَّئِلِي إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ وَشَفَعَ لِعُمَرَ وَطَلَبَ إِلَيْهَا قَرَضِيَّتْ عَنْهُ ۝“ (شرح نوح البلاغہ جلد ۱ جزء ۱ ص ۸)  
کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت فاطمہؑ کے ہاں گئے اور حضرت عمرؓ کی سفارش کی۔ چنانچہ حضرت فاطمہؑ حضرت عمرؓ سے بھی راضی ہو گئیں۔

پھر آیت مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَالرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا اسْكُمُ الرَّسُولُ فَنَحَدُوا وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأَتَيْتَهُمْ وَأَدَّاتَهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (الحشر: ۸)

ترجمہ:- جو چھپایا اللہ نے اپنے رسول کو ان بستی والوں میں سے پس اللہ اور رسول اور قربات والوں اور یتیموں اور فقروں اور مسافروں کے لئے ہے کہ نہ ہو بے ہاتھوں ہاتھ لینا اور میان دو تہندوں کے تم میں سے اور جو کچھ نہ لکو رسول اسے لے لو اور جو منع کرے تم کو باز رہو۔ اور ڈرو اللہ سے یقیناً اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فدک کے مال میں کتنے حصہ دار تھے۔ یہ باغ فدک مال فتنے میں سے تھا اور مال فتنے میں رسولؐ کا حصہ تو ہے۔ مگر محمدؐ کا نہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق باغ فدک سے حضور کی ذاتی حیثیت میں نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کے باعث تھا۔ پھر اس میں وراثت کا کیا سوال؟

## تردید و لائلِ تقیۃ

### تقیۃ کی تعریف از کتبِ شیعہ

”جو مومن بہ الیمینان قلب موافقِ شرع کے رہ کر بخوفِ دشمن دین فقط ظاہر میں موافقت کرے  
دشمن دین کی، تو دیندار، مددوح و متقی ہے“ (قول فیصل مصنف مرزا رضا علی ص ۱۰۷)  
قولہ ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقیۃ کیا جبکہ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ اور بسم اللہ کا لفظ کاٹ دیا۔  
{ بخاری کتاب المصلح باب کیف یکتب هذا ما صالح فلان بن فلان }  
{ مسلم ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” }  
{ ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” }

اقول :- یہ تقیۃ نہیں بلکہ درحقیقت ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کیونکہ بوجہ معاہدہ فریقین دونوں فریقوں کا  
محافظ ہونا تھا اس واسطے آپ نے کفار کا لحاظ رکھتے ہوئے بسم اللہ کی بجائے بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ  
(امیر بن مہری جلد ۱ ص ۸۷) لکھوایا۔ اور آپ نے یہ انکار نہیں کیا کہ میں رسول اللہ نہیں ہوں، بلکہ اقرار  
کیا ہے اور فرمایا تھا کہ اَنَا مُحَمَّدٌ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَسُولُ اللّٰہِ (بخاری کتاب المصلح)  
قولہ ۱۔ اِلَّا وَمَنْ اٰخِرَةٌ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ الخ (النحل، ۱۰۷) کہ کافر کے غلبہ  
کے وقت تقیۃ جانتے ہیں۔

اقول : جواب نمبر ۱ : کفر و قسم کا ہے۔ (۱) عقائد (۲) اعمال - عقائد - انسان کے دل کے ساتھ تعلق  
رکھتے ہیں ان میں اکراہ ممکن نہیں کیونکہ کسی کے عقائد کو کوئی دوسرا شخص جبراً نہیں بدل سکتا کیونکہ  
جبر اور اکراہ کے معنی تو یہ ہیں کہ ”قوت فیصلہ“ کو معطل کر دیا جائے۔ عقائد میں اکراہ اس لئے ممکن  
نہیں کہ ان کے بدلنے یا نہ بدلنے میں بہر حال قوت فیصلہ کا دخل ہوتا ہے۔ مثلاً زید اللہ تعالیٰ  
کی ہستی کا قائل ہے۔ بجز اسکو کتا ہے کہ اگر تم خدا کا انکار نہ کرو گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔  
اب زید کو دو چیزوں کے درمیان فیصلہ کرنا ہے۔ یا تو خدا کی ہستی پر ایمان کو مقدم کرے یا اپنی  
زندگی کو۔ اگر وہ اپنی زندگی کو مقدم کرے خدا کی ہستی کا انکار کر دیتا ہے تو وہ اِلَّا مِّنْ اٰکْرِبَ  
میں نہیں آتا کیونکہ یہ انکار اس کی ”قوت فیصلہ“ کے استعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوا ہے۔

گُفْر کی دوسری قسم اعمال کے متعلق ہے اور اس میں ”جبر اور اکراہ“ کئی صورتوں میں ممکن  
ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ کسی شخص سے جبراً بعض ایسے اعمال سرزد کر لے جائیں جن میں اسکی قوت فیصلہ  
کا ایک ذرہ بھی دخل نہ ہو۔ مثلاً اگر زید و بکر اور عمر پکڑ کر خالد کو جبراً شراب پلانا چاہیں یا اور کسی  
ناجائز فعل کا ارتکاب کرنا چاہیں تو گو خالد اس سے بچنے کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے  
تیار ہو پھر بھی ممکن ہے کہ اسے بٹا کر جبراً شراب اس کے مُنہ میں ڈال دی جائے۔ اب اس طریق پر

شراب پینے میں خالد کے ارادہ اور اسکی توبہ فیصلہ کا ذرہ بھی دخل نہیں یوں تو شراب پینا یا زنا کرنا ایمان کے خلاف ہیں مگر مندرجہ بالا طریقی پر انکا ارتکاب کرایا جانا یقیناً اَلَا مَنْ اٰكْرَهَ کے تحت آتا ہے کیونکہ وہ باوجود اپنے کمال طور پر مصمم اور غیر متزلزل ارادہ کے اس سے بچ نہ سکا، لیکن کسی شخص کی زبان کو کوئی دوسرا شخص زبردستی پکڑ کر چلا نہیں سکتا کہ وہ اپنے عقائد کے خلاف کے مگر اعمال کا صدور جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے بعض اوقات جبراً کرایا جاسکتا ہے پس آیت مندرجہ بالا میں لفظ اِیْمَانٌ کفر کے بالمقابل ہے، اور کفر کے معنی زبانی انکار ہی کے نہیں بلکہ اعمال کے رنگ میں بھی نافرمانی کے ہیں۔ جیسا کہ لغت میں ہے۔

”اٰكْفَرَ لِرَمِّ اَلْحُمْرِ وَ اَلْحَصِيَانِ بَعْدَ اَلطَّاعَةِ وَ اَلِیْمَانِ رَا الْمَجْدِمَةَ“<sup>۳۴</sup> زیر لفظ کفر، اس نے کفر کیا۔ یعنی کفر اور عصیان سے وابستہ ہوا فرما برداری اور ایمان کے بعد۔ گویا لفظ کفر میں ہر قسم کا عصیان داخل ہے۔

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ”عقائد“ کے متعلق ”اکراہ“ کیا ہی نہیں جاسکتا جو عقائد کے تبدیل کرانے کے لئے کسی شخص پر کیا جاتے کیونکہ ایسی حالت میں دو مشکل راہوں میں سے ایک کو دوسری پر مقدم کرنے کا فیصلہ خود اس شخص کے ہاتھ میں ہوتا ہے جس پر جبر کیا جاتے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ”ایمان“ کے مقابلہ میں ”جان“ کی کوئی قیمت نہیں پس جو شخص ”جان“ کے خوف سے ”ایمان“ کو چھوڑنے کا فیصلہ کرتا ہے یعنی بھاتے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے دنیا کو دین پر مقدم کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس نے یہ فیصلہ ”اکراہ“ کے ماتحت کیا ہے کیونکہ اکراہ تو اس صورت میں ہوتا جب وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ جو کچھ ہوا میرے ”فیصلہ“ سے نہیں ہوا۔ ہاں بعض ”اعمال“ ایسے رنگ میں دوسرے شخص سے جبراً سرزد کرائے جاسکتے ہیں جن میں اس کے اپنے فیصلہ کا دخل نہ ہو۔ جیسا کہ اوپر مثال دی گئی ہے پس شیعوں کا تفسیر اس آیت سے ہرگز نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ اعمال کے متعلق اس رنگ میں استثناء نہیں مانتے جن رنگ میں اوپر بیان ہوا بلکہ وہ عقائد کو کسی کے خوف سے چھپانے اور اس کے خلاف کہنے کا نام ”تقیہ“ کہتے ہیں۔

جواب نمبر ۲۔ اگر عقائد کو اس طریق پر چھپانے کی اجازت مل جاتے تو کسی نبی کی جماعت بھی ترقی نہ کر سکتی۔ اگر اس رنگ میں تقیہ جائز ہوتا تو حضرت علی، حضرت ابو بکر، حضرت بلال وغیر ہم رضوان اللہ علیہم اجمعین صحابہ کرام جن کو محض اسلام لانے کی وجہ سے سخت تکالیف اور مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا ضرور اس سے فائدہ اٹھاتے اور اگر وہ ایسا کرتے تو پھر مسلمان کون ہوتا؟ پس ان بزرگوں کا انتہائی مصیبتیں اٹھا کر بھی انکار نہ کرنا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ انکے نزدیک ”عقائد“ کے متعلق ”اکراہ“ ممکن نہ تھا اور یہ کہ ڈر کر عقائد کو تبدیل کرنا اَلَا مَنْ اٰكْرَهَ کی استثناء میں نہیں آتا۔

جواب نمبر ۳:- تقیہ کے متعلق ایک نہایت ضروری سوال ہے اور وہ یہ کہ

”تقیہ کرنا اچھا ہے یا بُرا“



اگر کوہرا تو (۱) یہ عقائد شیعہ کے خلاف (۲) حضرت علیؑ نے کیوں کیا (بقول شما) اگر کوہرا چھا تو حضرت امام حسینؑ نے یزید کے بالمقابل کیوں نہ کیا؟

جواب نمبر ۴ :- اللہ تعالیٰ نے جو "اکراہ" اور جبر کے تیج میں استثناء بیان فرمائی ہے جس کی تفصیل جواب نمبر ۱ میں بیان ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی مستحسن قرار نہیں دیا، بلکہ اسے بھی ایک قسم کا گناہ ہی قرار دیا ہے جیسا کہ اس کے آگے ہی فرمایا ہے - **إِنَّا رَبَّنَا مِنَ الْمُتَعَفِّفِينَ** **رَحِيمٌ** (النحل، ۱۱۱) کہ پھر اس اکراہ کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے پس معلوم ہوا کہ جو بعض اعمال اور افعال کے متعلق "جبر" اور "اکراہ" کے بارے میں استثناء ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخشش کے ماتحت رکھا ہے پس صاف طور پر ثابت ہے کہ یہ اکراہ اور جبر کی حالت اعلیٰ درجہ کے مومنوں کے متعلق نہیں۔ بلکہ عوام کے کمزور ایمان والوں کے متعلق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور خواص مقررین کی ملائکہ کے ذریعہ حفاظت کرتا ہے اس لیے کفار کو ان پر اس رنگ میں تصرف حاصل ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ جبراً ازراہ "اکراہ" اعمال خلاف شریعت کا ارتکاب کرا سکیں۔

پس حضرت علیؑ جیسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنے مخالفین سے ڈر کر بیعت کر لی اور اپنے عقائد کے خلاف عقائد ظاہر کئے اور نعوذ باللہ جھوٹے، خائن اور فاسد خلفاء پر ایمان لے آئے، انتہائی طور پر حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی شک ہے۔

جواب نمبر ۵ :- اگر فی الواقع حضرت علیؑ نے تقیہ کیا تھا (بقول شما) تو بعد میں انکو بطور اجتماع ہجرت کر کے خلفاء ثلاثہ کے خلاف جہاد کرنا چاہیے تھا کہ جنہوں نے آپ کو اپنی بیعت پر مجبور کیا تھا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ نے کبھی تقیہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی وہ اس کے قائل تھے۔ (خادم)

قوله ۱- **وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ** - (المومن: ۲۹) کہ آل فرعون میں سے ایک شخص فریقہ نامی نے تقیہ کیا۔ فرعون سے تو وہ ممدوح خداوند ہو گیا۔ حالانکہ یہ تقیہ توحید خدا میں تھا۔ اور شیعہ کا تقیہ ولایت اور خلافت علیؑ میں تھا۔ تو اس سے بڑھ کر ممدوح خدائے اقول :- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون نے قتل کی دھمکی دی، حزقیل بول اٹھا۔ **أَتَقَشَلُونَ رَجُلًا** (المومن: ۲۹) تو اس وقت کیا حضرت موسیٰ نے تقیہ کیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس وقت بھی حضرت موسیٰ کو قتل کا خطرہ تھا اور اس وقت بھی انہوں نے تقیہ نہ کیا اور اگر تقیہ کوئی اچھی بات ہوتی تو حضرت موسیٰ بھی اسکو اختیار کرتے۔ اب رہا حزقیل تو اس نے زیادہ سے زیادہ کرم ایمان کیا نہ کہ تقیہ۔

کرم ایمان اور تقیہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ **يَكْتُمُ إِيمَانَهُ** (المومن) کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ آدمی اُس دن سے پہلے ایمان کو چھپاتا تھا اور اُس دن اگر اس نے

اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ تو اس نے اظہار ایمان کیا نہ کہ تقیہ اور یہ بھی اس کے معنی ہو سکتے ہیں کہ ایمان کی چنگاری ابھی تک مخفی تھی لیکن اسی وقت دربار میں حضرت موسیٰ کی تقریر و معجزات کے اثر کے ماتحت اس کے سینے میں ایمان کی چنگاری سلگ اٹھی اور جس وقت فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کی دھمکی دی وہ فوراً بول اٹھا کہ یہ ظلم ہے گویا اس نے اظہار ایمان کر دیا۔

قولہ، جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت ابراہیم نے اصنام باطلہ کو الٰہ برحق تعبیر کیا اور فرمایا۔ فَرَاغَ اِلٰی رَبِّهِمْ (الصَّفٰت: ۹۲) اور ایسا کرنے میں الٰہ حق میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسی طرح اگر امام حق نے مسلمین و شریعتاً خلیفہ باطل کو خلیفہ یا امام کہا۔ تو نہ قاتل کو کوئی ضرر رہے اور نہ خلیفہ باطل کو کوئی شرف حاصل ہوا۔ (قول فیصل مصنف مرزا رضا علی ص ۱۲)

اقول :- اِلٰہِتِہُمْ میں ہتم سے مراد وہ کافر ہیں جو ان کو معبود سمجھتے تھے۔ تو یہ تیسرا مع الفارق ہے کہ اِلٰہِتِہُمْ میں تو مشرک انکو معبود مانتے تھے۔ اب اگر حضرت علیؑ حضرت ابوبکرؓ کو امیر المؤمنین کہتے تھے تو آپ حضرت ابوبکرؓ کو حق مانتے تھے تو اس میں کوئی تقیہ نہیں۔ اگر کوئی کہ آپ ان معنوں میں انہیں امیر المؤمنین کہتے تھے کہ آپ ان لوگوں کے خلیفہ تھے جو ان کی خلافت پر ایمان رکھتے تھے، تو اس صورت میں بھی آپ تقیہ نہ کرتے تھے، کیونکہ ان کو خلیفہ برحق نہیں مانتے تھے۔ اور خلیفہ برحق نہ ماننے کی صورت میں تقیہ نہ رہا۔

۱۔ اگر حضرت علیؑ کا خلافت حضرت ابوبکرؓ سے لے کر حضرت عثمانؓ تک جو کہ ۲۵ سال کا عرصہ ہے کا فرخلفا کی بیعت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اور ان کو سچا خلیفہ ماننا سبب تقیہ کے ہو سکتا ہے تو اگر کوئی خارجی یہ کہے کہ حضرت علیؑ کا ۲۳ برس تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا بھی تقیہ کے سبب سے ہے تو جو جواب اس کا شیعہ دیں گے وہی جواب ہمارا بھی ہوگا۔ پس تقیہ ماننے کی صورت میں دلیل اسلام حضرت علیؑ کی اڑ جاتے گی۔

۲۔ یہ طبعی قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ اگر کسی شخص کے دل میں کسی کا بغض ہو لیکن ظاہر میں اس سے محبت کرے اور تعظیم سے پیش آتے تو آہستہ آہستہ وہ بغض دور ہو جائے گا۔ یہی حال ایمان کا ہے اگر اس کے مطابق نیک عمل نہ کیا جائے تو وہ آہستہ آہستہ دل سے مفقود ہو جاتا ہے۔ پس تقیہ اس لئے ناجائز ہوا کہ اس پر عمل کرنے کی صورت میں ایمان کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ عقلاً کفر اور ایمان کے بارے میں چار گروہ ہو سکتے ہیں :-

الف۔ دل میں اور ظاہر میں دونوں میں ایمان ہو۔

ب۔ دل میں کفر اور ظاہر میں بھی کفر۔

ج۔ دل میں کفر اور ظاہر میں ایمان۔

د۔ دل میں ایمان مگر ظاہر میں کفر۔

قرآن شریف نے پہلے تینوں گروہوں کا ذکر کیا ہے مگر چوتھا گروہ کہ دل میں ایمان اور ظاہر میں کفر ہو کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے کہ یہ گروہ ہونے لگتا۔ کیونکہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے جو دل میں چھپ سکے سوائے اس کے کہ وقتی طور پر ہو اور وہ بھی کمزور ایمان والا کرے گا اور وہ مجرم ہوگا۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ (النحل: ۱۱۱)

۳۔ منافق اور کافر میں بلحاظ کفر کے کوئی فرق نہیں۔ مگر باوجود اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَجَاتِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء: ۱۴۶) کہ منافقوں کو سب سے زیادہ سزا ملے گی۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان لوگوں نے دلی عقیدہ کو چھپایا۔ پس جب کفر کے چھپانے پر سزا بڑھ جاتی ہے تو ایمان کے چھپانے پر بدرجہ اولیٰ بڑھ جانی چاہیے۔

۵۔ حضرت علیؑ نے منکر کی زندگی میں دل میں اسلام رکھا اور ظاہر میں بھی اسلام رکھا۔ اگر تقیہ جائز ہوتا تو ظاہر میں بت پرستی کرتے کیونکہ وہاں زیادہ خطرہ تھا۔

۶۔ حضرت علیؑ کو جب منکر میں کافروں کی طرف سے تکلیف پہنچی تو انہوں نے اپنے ایمان کو بچانے کے لئے وہاں سے ہجرت کر لی۔ اگر مدینہ میں بھی کسی وقت ان کو اپنے ایمان کے بچانے کی ضرورت پڑتی، تو وہ ضرور وہاں سے ہجرت کرتے مگر انہوں نے وفات حضرت عثمانؓ تک وہاں سے ہجرت نہ کی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ انکو وہاں ایمان بچانے کی ضرورت نہ پڑی۔ اگر گو کہ انہوں نے کوفہ میں ہجرت کی تھی، تو وہ اپنی خلافت کے زمانہ میں کی تھی جب کہ ڈر نہیں رہا تھا۔

۷۔ جبر کی صورت میں ایمان چھپانا جائز ہے یا فرض؟ اگر گھو جانا ہے تو پھر وہ افضل ہے یا اس کا غیر افضل ہے؟ اور اگر فرض ہے تو اس کی عدم تعمیل یقیناً گناہ کا موجب ہوگی اور پھر اگر فرض ہے تو پھر حضرت امام حسینؑ نے یزید کی بیعت کیوں نہ کی؟

پس معلوم ہوا کہ تقیہ فرض نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو وہ اولیٰ ہے یا اس کا غیر اولیٰ ہے۔ قرآن مجید تو إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ (النحل: ۱۱۱) کہہ کر جبر کی وجہ سے تقیہ کرنے والوں کو گناہ گار قرار دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تقیہ کا غیر اولیٰ ہے اور امام کو یہی سزا وار ہے۔ کہ وہ اولیٰ پر عامل ہو۔

۸۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کو اگر تقیہ کی مثال میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان کے ماں باپ کو شیعہ کیا سمجھتے ہیں۔ یقیناً انکو نیک اور شہید جانتے ہیں۔ پس ایک بات جو کسی کی غلطی ہو اس کو اتنے کے حق میں تجویز کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اتنے کے حق میں اولیٰ بات تجویز کرے۔

۹۔ جس طرح اسلام میں کمزوروں کی رعایت کے لئے ڈر کے مارے ایمان چھپانے کو کفر قرار نہیں دیا ہے۔ اسی طرح کامل مومنوں اور نبیوں کے لئے شجاعت اور بے خوفی کو لازم قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (المائدہ: ۵۵) لَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ (الاحزاب: ۳۰) وَهُمْ قِنَ خَشْيَتِهِ مُسْفِقُونَ (الانبیاء: ۲۹) لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ كَذَبِي الْمُرْسَلُونَ (النمل: ۱۱)

پس عجیب بات یہ ہے کہ جو بات کمزوروں کے لئے جائز ہے وہ حضرت علیؑ میں پائی جائے اور جو بات کامل مومنوں کے لئے لازم تھی وہ آپؑ میں مفقود ہو؟

۱۰- وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ (النور: ۵۶)  
 آیت استخلاف جس میں صرف خلفا کا ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے خلفا کی ایک پہچان بتائی ہے کہ  
 وَلَيَبْدَأَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (النور: ۵۶) یعنی ایام خلافت میں خوف کے محلے بھی  
 پیش آئیں گے۔ مگر وہ دور ہو جائیں گے۔ وَلَيَمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ  
 (نور: ۵۶) کہ ان کا دین پرستیدہ نہیں ہوگا اور فرمایا يُعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا  
 (النور: ۵۶) یعنی میری عبادت میں کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ پس اس آیت میں خلفا کی تین علامتیں  
 بیان فرمائی ہیں:-

الف- ان سے خوف کا دور ہونا۔

ب- ان کا اپنے دین کو ظاہر کرنا۔

ج- عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔

اگر ہم حضرت علیؑ کو فقیرہ باز سمجھیں اور انکو پہلا خلیفہ سمجھیں تو ان تینوں میں سے کوئی علامت بھی  
 حضرت علیؑ میں پوری نہیں ہوتی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں یہ تینوں پوری ہوتی ہیں۔ اگر فقیرہ نہ ہو تو پھر  
 تینوں باتیں حضرت علیؑ میں پوری ہوتی ہیں۔

نوٹ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَن كَفَرَ بِاللَّهِ مِن بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَن أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ  
 مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِن مِّن تَسْوِغٍ يَا كُفْرًا صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ عَصَابُ (النحل: ۱۰۶)  
 اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکروہ کو وہ نہ مانیں گے جو کفر بعد ایمان اور کافر یا شرع صدر کو لے  
 گی۔ یہ کہاں سے ثابت ہے کہ مکروہ کفر کے تو جائز ہے اور گناہ نہیں۔ آیت تو کہہ رہی ہے کہ گناہ  
 ہے تبھی تو اس کا تدارک فرمایا کہ تَشْرِيحًا إِنَّ دِينَكَ ..... الخ (النحل: ۱۱۱) اگر یہ گناہ ہی نہ ہوتا تو تدارک  
 بتانے کی ضرورت تھی۔

## مسئلہ وراثت

يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ رِزْقًا أَوْ لَادِكُمْ بِإِذْنِكُمْ وَلَدًا كَرِهَ مَثَلٌ حَقِظَ الْأَشْكِينُ (النساء: ۱۱۲)  
 استدلال شیعہ:- اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اسلامی قانون پیش کیا ہے کہ ہر شخص کی وراثت اس کی اولاد  
 ہے۔ چونکہ تمام احکام قرآنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ مساوی طور پر شریک ہیں اس لئے  
 اس مسئلہ میں بھی آپ کا کوئی استثناء نہیں۔ بدیں وجہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہؑ کو وراثت سے محروم  
 کر کے انہی حق تلفی کی۔

جواب:- بیشک یہ آیت عام ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر عام میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک

۱۹۳

ہوں جیسا کہ **وَأَنكحُوا أَلِيَّامِي وَمَنكحُوا فِي بَاطِنِ مَا كَفَرْتُمْ** میں باوجودیکہ خطاب عام ہے پھر بھی آنحضرت کی بیویاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح **يُؤْهِدُكُمُ اللَّهُ** (النساء: ۱۲۰) والی آیت میں آنحضرت کا استثنا ہو سکتا ہے اگر کوئی کہے **وَأَنكحُوا أَلِيَّامِي** والی آیت میں اس واسطے استثنا مانتے ہیں کہ اس استثنا کا خود قرآن کریم میں دوسری جگہ ذکر ہے **جَاهِلِيًّا وَلَا تَنكحُوا أَزْوَاجَهُنَّ مِمَّنْ كَفَرُوا** (مذہب: ۵۴) لیکن **يُؤْهِدُكُمُ اللَّهُ** والی آیت کا استثنا قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ قرآن کریم کی عمومیت میں استثنا ضرور قرآن ہی کے ذریعہ ہو بلکہ حدیث یا تعامل کے ذریعے سے بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ **لَقَدْ نَقَلْنَا لَكُمْ آيَاتِنَا وَلَا تَنْهَرُوا هَمًّا** (بخاری: ۲۳۱) یعنی اپنے والدین کو آف تک نہ کہو اور نہ ان کو بھڑکے۔ کہ حکم سے آنحضرت کا حکم عام ہے مگر اس میں آنحضرت شامل نہیں۔ اور یہ استثنا قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں، بلکہ واقعات سے ثابت ہے کیونکہ حضور کے والدین بچپن ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ اسی طرح **يُؤْهِدُكُمُ اللَّهُ** فیہ **أَوْلَادِكُمْ وَالنَّسَاءُ** (۱۲۰) والی آیت میں جو استثنا ہے وہ آپ کی اسی صحیح حدیث کی بنا پر ہے جو بخاری و مسلم بلکہ تمام صحاح میں موجود ہے۔ **نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا نُؤْتِرُ** (بخاری کتاب خمس۔ فضائل اصحاب النبی۔ مغازی فرائض۔ مسند احمد بن حنبل: ۲، ۳۹۳) جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

## حدیث القرباس

شیعہ اور سننوں کے درمیان ایک بحث قرباس کے نام سے مشہور ہے اس کی بنا بخاری کی ایک حدیث پر ہے جو یہ ہے (بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۵۵) **باب مرض النبی ووفاته**

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَى  
الْبَيْتِ رِيحًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقَّوْا كَلِمًا كِتَابًا لَنْ تَضُنُّو  
بَعْدَهَا - فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَبَّ عَلَيْهِ الرَّجْعُ وَ  
عِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَانْتَصَمُوا  
فَسَمِعْتُهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرَأُوا يَكْتُبُ كَلِمًا كِتَابًا لَا تَضُنُّوْا بَعْدَهَا وَ مِنْهُمْ  
مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا كَثُرَ اللَّغْطُ وَالْاِخْتِلَافُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمُوا عَنِّي لَا يَنْبَغِي عِنْدَ النَّبِيِّ التَّنَادُعُ -

{ بخاری۔ باب مرض النبی ووفاته۔ بخاری کتاب العلم، کتاب الجہاد،  
کتاب الجزیرہ۔ کتاب المغازی }

جواب: ۱۔ یہ روایت صرف ابن عباس کی ہے جن کی عمر اس وقت صرف گیارہ سال کی تھی اس لیے واقعات کے عدم انطباق کا امکان ہے۔

۲۔ حضور کا مخاطب کوئی خاص شخص نہ تھا۔ لہذا حضرت علیؑ و عمرؓ عدم تعمیل کے ایک جیسے مجرم قرار

۱۶۴

پائینگے بلکہ وہ فریق جو ظلم دوات لانے کا حامی تھا وہ یقیناً مجرم ہے کہ باوجود سمجھنے کے کہ حضور مکرم دیتے ہیں ظلم دوات نہ لائے۔

۳۔ نبی کریم نے فرمایا کہ قَوْمُوا عَنِّي لَا يَنْبَغِي عِنْدَ النَّبِيِّ التَّنَازُعُ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ظلم دوات نہ لائیں بلکہ جھگڑا کرنے کو برا سمجھا۔

۴۔ اگر حضور ضرور کچھ کھوانا چاہتے تھے تو باوجود چار دن بعد میں زندہ رہنے کے کیوں نہ آپ نے کھوایا۔ اگر موقع نہیں ملا تو کم از کم زمینی طور پر ہی آپ لوگوں کو وہ بات بتا دیتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (المائدة: ۶۸) یعنی کوئی ایک پیغام نہ پہنچانا بھی رسالت کے منافی ہے۔ پس اگر وہ قرطاس والی حدیث الہی منشاء کے ماتحت تھی اور حضور اس کو پہلے نہیں پہنچا چکے تھے تو اب آپ کا فرض تھا کہ آپ باوجود حضرت عمرؓ کے روکنے کے کھوادیتے، یا کم از کم زمینی یہ پیغام پہنچا دیتے۔ اگر کوئی حضرت عمرؓ کا ڈر تھا تو قرآن مجید فرماتا ہے وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی پیغام الہی کے پہنچانے میں تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

۶۔ قرطاس میں ایسی بات حضرت نے کھوائی تھی جس سے مسلمان گمراہی سے بچیں۔ تو اگر کسی جگہ قرآن میں لکھا ہے کہ قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس سے لوگ گمراہی سے بچ سکتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ اس قرطاس میں حضرت نے قرآن کریم ہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا تھا۔ سبھی حضرت عمرؓ نے کہا حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ۔ اور قرآن میں ہے يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (النساء: ۱۰۷) کہ قرآن کریم کے ذریعہ سے لوگ گمراہی سے بچ سکتے ہیں۔

۷۔ آنحضرتؐ اپنی وفات سے دو ماہ پیشتر حجۃ الوداع سے واپس آتے ہوئے خم غدیر کے مقام پر تمام مسلمانوں کو جمع کر کے فرماتے ہیں۔ اِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ الشَّقَلَيْنِ حِتَابِ اللَّهِ وَعِمْرَانِي۔ (مسلم فضائل الصحابہ صفحہ ۳۶، جلد ۲ مصری) یعنی میں تم میں وفات پا کر دو چیزیں چھوڑ جاؤں گا۔ ایک قرآن مجید اور دوسرے اپنے حقیقی متبع (مخلفاء)۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول مقبولؐ اپنی وفات کے بعد اگر کسی تحریر کے پکڑنے کا حکم دیتے تو وہ کتاب اللہ ہے۔

۸۔ عجیب بات ہے کہ کلام اللہ جو ۲۳ سال تک نازل ہوتا رہا ہے جس میں اختلاف پر یہ کہدیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (المائدة: ۳) اس سے تو گمراہی کا سدباب نہ ہوا، مگر آپؐ کی تحریر سے گمراہی ہمیشہ کے لیے بند ہو جائے۔

۹۔ ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ رسول مقبولؐ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے لگے تھے مگر اس میں اُن تَصَلُّوْا کی نفی غلط تھی ہے۔ کیونکہ سستی لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ اول نہیں سمجھتے مگر شیعہ سمجھتے ہیں۔ باوجود اس کے خود شیعوں کے آپس میں بیسیوں فرقے ہیں۔ مثلاً آغا خانی، بوہرے، زیدی، علی الاہی، نصیری، اسمعیلی وغیرہ۔

(۱۰) اگر حضرت عمرؓ کا حکم دوات نہ لانا اس لئے کفر و فسق ہے کہ آپ نے حکم کی تعمیل نہ کی۔ تو حضرت علیؓ نے علاوہ اس حکم کی عدم تعمیل کے حدیث کے موقع پر بھی ایک حکم کی قولاً و فعلاً عدم تعمیل کی ہے جہاں انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا! وجودِ کبیر رسول اللہؐ نے حکم دیا تھا کہ اَمْحَ اِسْمِیْ مَکْرَ حَضْرَتِ عَلِیٍّ عَلَیْ نَفْسِیْ کَمَا وَدَّ اللهُ لَا اَمْحُوکَ اَبَدًا حَتّٰی یَمُتَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (بخاری کتاب السُّلحِ باب کَیْفَ یُکْتَبُ هَذَا مَا صَالِحِ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ) کہ خدا کی قسم میں آپ کا نام کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ یہاں تک کہ خود آنحضرتؐ نے اسے مٹا دیا۔

## تردید متعہ

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو عرب میں آٹھ دس قسم کے نکاح رائج تھے جن میں سے ایک متعہ یعنی میعادی نکاح بھی تھا۔ جس طرح! وجود خود اپنے نفاقوں کے شراب ایک مدت تک حرام نہیں ہوتی اسی طرح متعہ بھی جگہ خیر تک حرام نہیں ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ کی روایت بخاری (بخاری کتاب النکاح باب النہی عن نکاح المتعہ) میں پائی جاتی ہے کہ رسول کریمؐ نے اعلان کیا کہ متعہ حرام کر دیا گیا ہے۔ پھر جنگ اوطاس (ترمذی کتاب النکاح باب نکاح متعہ) پر جو فتح مکہ کے دنوں میں ہوئی تھی رسول مقبولؐ نے متعہ کی اجازت ۳ دن کیلئے دی تھی۔ (مشکوٰۃ و ترمذی کتاب النکاح باب نکاح متعہ) اس کے بعد ایک حرام ہو گیا۔ (ہذا ذکر کتاب النکاح باب نکاح متعہ۔ وہاں ماہر کتاب النکاح باب النہی عن نکاح المتعہ صریح حدیث ۱۱۱۱ تا ۱۱۱۲) اس لئے پہلی حرمت کے قبل کے واقعات یا تین دن کے واقعات حجت نہیں ہو سکتے ورنہ شراب پینا بھی اس دلیل سے جائز ہوگا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ابن عباسؓ یا ابن مسعودؓ یا بعض اور اصحابِ اخیر تک حلت متعہ کے قائل تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہؓ کے دو گروہ ہیں ایک حرمت کا قائل اور ایک حلت کا قائل۔ چونکہ حرمت کا قائل گروہ بغیر آنحضرتؐ سے حرمت کے سننے کے ایک حلت کو حرمت میں تبدیل نہیں کر سکتا اور حلت کا قائل گروہ حرمت کے فتویٰ کے نہ پہنچنے کی وجہ سے حلت کا اظہار کر سکتا ہے اس لیے حرمت کے گروہ کو حلت کے گروہ پر ترجیح دینا اور وہ احادیث جن میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ کے عہد میں متعہ تھا مگر ایک شخص نے اپنی راستے سے جو چاہا کر دیا۔ وہاں متعہ الحج مراد ہے نہ کہ متعہ النساء۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ کہنا کہ اَمْحُوکَ اَبَدًا حَتّٰی یَمُتَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَائِلًا اُخْتَرْتُ مَعَهُمَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (۳۲۵-۳۲۶) یہاں پر حرام سے مراد اعلان اور اظہار حرمت ہے جیسا کہ حدیث اَنَا اَخْتَرْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ نَبِيًّا كَمَا اَخْتَرْتُمُ الْاَنْبِيَاءَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ابو داؤد کتاب المناسک باب فضل مکہ و مدینہ مفروض الاخبار جلد ۲ ص ۲۱۱) نیا ایڈیشن) میں ہے۔ یعنی متعہ الحج اور متعہ النساء کو جو حضرت کے زمانہ میں ایک وقت تک ہوتے تھے مگر بعد میں وہ حرام ہو گئے اور کوئی لوگوں کو اس کی حرمت معلوم نہ ہوتی اس لیے میں لوگوں پر ان دونوں کی حرمت ظاہر کرتا ہوں اور وہ احادیث جن میں جنگ اوطاس کے تین دن کے متعہ کا ذکر ہے (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب اعلان النکاح پہلے فصل) شیعوں کی کتب میں اس کے پہلے

مجھ سے دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ پوری حدیثیں یوں ہیں کہ تین دن کے بعد متعہ حرام قرار دیا گیا ہے فَهَوَ  
الْحَرَامُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (فردوس الاخبار نیا ایڈیشن جلد ۱ ص ۹۵ روایت ۱۹۱ راوی سبۃ الجہنی، اور یہ  
کنا کہ اہل بیت کا اتفاق ہے کہ متعہ حلال ہے صحیح نہیں کیونکہ بارہ اماموں میں سے پہلے امام یعنی حضرت  
عقی کی حدیث بخاری شریف میں موجود ہے کہ متعہ حرام ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ خود آنحضرتؐ نے  
خدا تعالیٰ کے خاص حکم سے متعہ کو حرام قرار دیا۔ ملاحظہ ہو:-

إِنِّي كُنْتُ أَحَلَّلْتُ لَكُمْ الْمُتَعَةَ وَإِنَّ جِبْرِيْلَ آتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّهَا حَرَامٌ  
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (فردوس الاخبار دہلی پبل ایڈیشن جلد ۱ ص ۱۳۷) کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے  
لئے متعہ حلال کیا تھا مگر جبرائیل میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اطلاع دی کہ متعہ قیامت تک حرام ہے۔  
نوٹ:- وہابی کے مفہود مطر کا حوالہ فردوس الاخبار کے اس نسخہ کے مطابق ہے جو کتب خانہ آصفیہ  
حیدرآباد دکن میں موجود ہے۔ (خادم)

پس حضرت عمرؓ پر کوئی الزام نہیں، انہوں نے جو کچھ کیا آنحضرتؐ کے فتویٰ اور حکم کے مطابق کیا۔  
اور یہ کنا کہ متعہ کا رواج ہو جاوے تو زنا مفقود ہو جائیگا۔ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کے کا اگر شریعت  
تعماری جاتی تو کوئی شخص گنہ گار نہ ہوتا۔

اب ہم قرآن مجید سے پہلے وہ مقام دیکھتے ہیں جہاں سے شیعہ لوگ متعہ نکالتے ہیں اور وہ قَسَمًا  
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ فَرِيضَةٌ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيهَا تَرَاضِعْتُمْ  
بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (النساء: ۲۵) کے الفاظ ہیں لیکن اگر اس  
آیت کے ماقبل اور مابعد میں تدبیر کیا جاوے تو یہ آیت متعہ کی تائید میں نہیں بلکہ متعہ کے برخلاف ہے۔  
اس رکوع میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ (النساء: ۲۴) یعنی ماؤں اور ان تمام  
عورتوں سے ہمبستر ہونا جن کا ماؤں کے بعد ذکر ہے حرام ہے یعنی ان سے مجامعت حرام ہے۔ آگے فرمایا  
وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ (النساء: ۲۵) یعنی ان عورتوں کے سوا باقی تمام عورتوں سے مجامعت  
کرنا جائز ہے مگر مجامعت کے لئے کچھ شرائط ہیں پہلے وہ پوری کرو پھر مجامعت کرو یعنی

۱- أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ (النساء: ۲۵) یعنی مہر مقرر کرو۔

۲- مُعْصِنِينَ (النساء: ۲۵) اس عورت کو قید میں لانیوالے ہوں یعنی ایسا معاہدہ کریں کہ عورت  
پھر مرد سے چھوٹ نہ سکے۔

۳- عَقِيرٌ مَسَافِحِينَ (النساء: ۲۵) یعنی فرض اس معاہدہ کی شہوت فرو کرنا نہ ہو۔

اب ان تین شرطوں کے بعد جب مرد ہم بستر ہو جاوے تو وہ جو پہلی شرط ہے یعنی مال مقرر کرنا اب  
اس کی پوری ادائیگی ضرور ہوگی۔ اس لئے فرمایا قَسَمًا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ (النساء: ۲۵) یعنی  
چونکہ تم نے ان سے فائدہ اٹھایا اس لئے ان کے مہر ادا کرو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی عورت سے ہمبستر  
ہونے کے لئے تین شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہے۔ چونکہ متعہ میں دوسری شرط یعنی عورت کا قید ہوجانا



مفقود ہے اس لیے معلوم ہوا کہ متعہ کے ذریعہ مہستر ہونا حرام ہے آگے **وَمَنْ لَّمْ يَسْتَبِيحْ مِنْكُمْ طَوْلًا** **أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ** (النساء: ۲۶) اس کے بعد فرمایا **ذَلِكَ لِمَنْ حَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ** (النساء: ۲۶) یعنی لونڈی کو بیوی بنا کر متعہ سے بچنے کے لئے ہم نے جائز قرار دیا۔ ورنہ **وَأَنْ تَصْطَرِفَا** **حَيْرًا لَكُمْ** (النساء: ۲۶) اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کی مشکلات کا حل متعہ نہیں ہے بلکہ لونڈیوں کو بیوی بنانا ہے۔

اب ہم غور کرتے ہیں کہ آیا معادی نکاح عقلاً قابل عمل درآمد ہے یا کہ نہیں۔ غور کے بعد ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہت سے تعارض ہیں اور وہ یہ ہیں:-

۱- جو وفا داری خدا تعالیٰ نے عورت اور مرد کی طبیعت میں پیدا کی ہے وہ اس فعل سے مفقود ہو جاتے گی۔

۲- شریعت کستی ہے کہ **اَبْعَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللَّهِ الطَّلَاقُ** رُسن الوداؤد کتاب الطلاق حدیث ۱۷۷، یعنی گو طلاق اپنے موقع پر جائز ہے مگر یہ سخت تکلیف دہ واقعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شریعت مرد و عورت کے تعلق کے بعد جدائی کو ناپسند کرتی ہے۔ حالانکہ متعہیں پہلے ہی سے جدائی کی شرط کر لی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ متعہ عقلاً جائز نہیں ہے۔

۳- تیسرا نقص یہ ہے کہ قرآن کریم نے عدت کی صرف دو صورتیں رکھی ہیں۔ مطلقہ کی اور متوفی عنہا زوجه کی۔ تیسری کوئی عدت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان نہیں فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعہ والی جدائی کی کوئی صورت ہی نہیں ہے اور جب کوئی صورت نہ ہوتی تو یہی متعہ کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے۔

۴- متعہ میں اختلاط نسل کا ڈر ہے۔

۵- ایک شخص ایک عورت سے سفر میں تین دن کے لیے متعہ کرتا ہے اور تین دن کے بعد اپنے ملک میں واپس چلا جاتا ہے ممکن ہے کہ وہ عورت حاملہ ہوگئی ہو۔ ایسی صورت میں اولاد کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔

۶- جو دلیل نیوک کے خلاف پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ فطرت صحیحہ کے مطابق ہوتا تو اس کا اعلان ہوتا۔ کیونکہ ہر شخص یہ کہتا ہے کہ میں نکاح کے نتیجہ میں ہوں۔ یہی دلیل بعینہ متعہ کے خلاف پیش کی جاسکتی ہے کہ اس ملک میں لاکھوں شیعہ ہیں مگر کوئی یہ نہیں کہتا کہ میں متعہ کے نتیجہ میں ہوں اور نہ یہ کبھی کسی سے سنا ہے کہ میں اپنی لڑکی کا متعہ کرانا چاہتا ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ متعہ فطرت صحیحہ کے خلاف ہے۔

۷- آنحضرت نے گیارہ نکاح کئے۔ دوست اور دشمن آپ کی بیویوں کے نام جانتے ہیں مگر کوئی عورت ایسی نہیں جس سے آپ نے متعہ کیا ہو یا جو دیکھ آپ کو تو تہ از وواج کی دوسرے مسلمانوں سے زیادہ ضرورت تھی۔ پس آپ کا متعہ نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ متعہ مستحسن امر نہیں۔

۸- تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ نے متعدد نکاح کئے ہیں مگر کسی معتبر کتاب سے ثابت

نہیں کہ آپ نے کوئی متعہ کیا ہو۔ اگر کیا ہے تو عورت کا نام، متعہ اور مرد وغیرہ پوری کیفیت کے ساتھ بیان کیجئے۔

۹۔ ہمارے نزدیک ائمہ اثناعشرہ میں سے کسی نے متعہ نہیں کیا اور ہم کسی مشتبه بہ ہم یا عمومی روایت کے قائل نہیں۔ ہم اس وقت ائمہ کے متعہ کو تسلیم کریں گے جبکہ شیعہ با یقین کسی امام یا امام کی اولاد کو متعہ کی اولاد قرار دیں گے۔

۱۰۔ جو حاصل زنا کا ہے اور جو نقائق زنا میں ہیں وہی متعہ کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں شیعہ جو نقص زنا میں نکالیں گے اگر غور کیا جائے تو وہی نقص متعہ میں بھی پایا جاوے گا۔ پس بحث مباشرتہ میں شیعوں سے نقائق زنا پوچھنے چاہئیں پھر جب چھان بین کی جاوے گی تو لازماً وہی نقائق متعہ میں بھی ثابت ہوں گے۔

۱۱۔ متعہ کی کوئی عدت شریعت میں نہیں لہذا اختلاط نسل کا خطرہ ہے۔ عدت خاوند کے طلاق دینے یا مرجانے کی وجہ سے ہوتی ہے مگر متعہ میں نہ خاوند مرتا ہے اور نہ وہ طلاق ہی دیتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی شرعی عدت نہیں اور جب عدت نہیں تو معلوم ہوا کہ متعہ جائز نکاحوں میں سے کوئی نکاح نہیں ہے۔

## قاتلین حضرت امام حسینؑ کون تھے؟

اہل کوفہ کے شیعہ تھے:-

۱۔ "و بالجملہ اہل تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد۔ و سستی بودن کونی الاصل خلاف اصل محتاج بدلیل است" (مجلس المؤمنین مجلس اول ص ۳ مطبوعہ ایران) یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ ہاں کسی کونی الاصل کو سستی قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔

۲۔ مجلس المؤمنین میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے:-  
 اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ حَرَمًا وَهُوَ مَكَّةُ وَالْاِيَّانَ لِلرَّسُوْلِ اللّٰهُ حَرَمًا وَهُوَ الْمَدِيْنَةُ وَالْاِيَّانَ  
 لِامِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ - حَرَمًا وَهُوَ الْكُوْفَةُ (مجلس المؤمنین مجلس اول ص ۳)  
 ۳۔ کوفہ وہ زمین ہے جس نے حضرت علیؑ کی محبت ابتداء سے آفرینش سے قبول کی تھی (جلالہ العیون  
 ترجمہ اردو جلد ۱۔ ب فیصل ص ۲۴۶)۔

۴۔ اہل کوفہ سلیمان بن خرد خزاعی کے گھر جمع ہوتے تو ان کو مخاطب کر کے سلیمان بن خرد نے کہا  
 اَنْتُمْ شِيْعَةُ رَسِيْعَةَ اَبِيْهِ : (ناسخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۱ ص ۱۳) کہ اسے اہل کوفہ تم  
 امام حسینؑ اور ان کے باپ حضرت علیؑ کے شیعہ ہو۔

## اہل کوفہ کا خط حضرت امام حسینؑ کے نام

جب حضرت امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تو پہلے مکہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (جلد ۱۔ العیون مترجم اردو مطبوعہ مکتبہ جلد ۲، باب ۲، فصل ۱۲، ص ۲۶۶) مگر شیعیان اہل کوفہ کی طرف سے مندرجہ ذیل عریضہ حضرت امام حسینؑ کو پہنچا۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عریضہ شیعوں اور فدائیوں اور مخلصوں کی طرف سے بخمدت امام حسین بن علیؑ بن ابی طالب ہے۔ ابا بعد، بہت جلد آپ اپنے دوستوں، ہواخواہوں کے پاس تشریف لاتے کہ جمیع مردانِ دلایت منظر قدم یمینت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں ہے۔ البتہ بتعین تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لے آئیے“ (جلد ۱۔ العیون جلد ۲، باب ۲، فصل ۱۲)

(مترجم اردو صفحہ ۴۳۱)

اہل کوفہ کی طرف سے دعوت کے ۱۲ ہزار خطوط حضرت امام حسینؑ کو ملے تھے۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶، کتاب ۲، صفحہ ۱۳۱)

## حضرت امام حسینؑ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علیؑ کا مومنوں، مسلمانوں، شیعوں کی طرف سے ابا بعد! بہت سے قاصدوں اور خطوطِ بشارت کے جو تم نے مجھے لکھے، ہانی و مسید بھی ایک خط تارا لائے ہیں تمہارے سب خطوط کے مضامین سے مطلع ہوا۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادرِ مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے، مشورۃ عقیل، و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں انشاء اللہ بہت جلد تمہارے پاس چلا آؤں گا“

(جلد ۱۔ العیون ترجمہ اردو صفحہ ۴۳۱، جلد ۲، باب ۲، فصل ۱۲، و ناسخ التواریخ جلد ۶، کتاب ۲، ص ۱۳۱)

امام مسلم کا کوفہ پہنچنا | امام مسلم کی اہل کوفہ میں سے ۸۰ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ (بروایت ابو مخنف دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۶، کتاب ۲، ص ۱۳۳)

”بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کر دے“

امام مسلم کی شہادت اور وصیت | شیعیان اہل کوفہ نے امام مسلم کے ساتھ کس طرح غداری کر کے ان کو اور ان کے دونوں بچوں کو شہید کیا۔ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ امام مسلم نے بوقت شہادت عمر بن سعد کو مخاطب کر کے مندرجہ ذیل وصیت کی:-

”میری وصیت اول یہ ہے کہ اس شہر میں سات سو درہم کا قرض دار ہوں لازم ہے کہ میری شہر میں و زہد فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ جب مجھے قتل کریں تو ابن زیاد سے اجازت لے کر مجھے دفن کر دینا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ امام حسین کو اس مضمون کا خط لکھیں کہ کوفیوں

نے مجھ سے بے وفائی کی اور آپ کے سپریم کی نصرت و یاوری نہ کی۔ ان کے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے  
آپ اس طرف نہ آئیں۔ (جلالہ العیون جلد ۲ باب فصل ۱۳ صفحہ ۴۴۲ و ۴۴۳ مترجم اردو)  
ناخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۲ میں ہے:-

وَالثَّلَاثَةُ أَنْ تَخْتَبُوا إِلَى سَيِّدِ الْحُسَيْنِ أَنْ يَرْجِعَ عَنْكُمْ فَقَدْ بَلَغَنِي  
أَنَّهُ خَرَجَ مِنْسَاوَةً وَأَوْلَادُهُ فَيُصِيبُهُ مَا أَصَابَنِي ثُمَّ يَقُولُ أَرْجِعْ فِدَاكَ  
أَبِي وَأَبِي يَا أَهْلَ بَيْتِكَ فَلَا يَكْفُرُ بِكَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فَاتَّهَمُوا أَصْحَابَ أَبِيكَ  
الَّذِي تَمَسَّحَتْ بِرَأْسِهِمْ بِالسَّمَوَاتِ -

کہ میری تیسری وصیت یہ ہے کہ تم میرے آقا حضرت امام حسینؑ کو لکھنا کہ وہ تمہارے پاس نہ آئیں  
کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ مع عورتوں اور بچوں کے تشریف لا رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ انکو بھی وہی مصیبت  
پہنچے جو مجھے پہنچی ہے۔ پھر انہیں لکھنا کہ مسلم کہتا ہے کہ اے امام حسینؑ! میرے ماں باپ آپ پر فدا  
ہوں، اپنے اہل بیت سمیت واپس لوٹ جاسیے اور اہل کوفہ کے وعدے آپ کو دھوکے میں نہ ڈالیں،  
کیونکہ وہ آپ کے والد (حضرت علیؑ) کے وہی صحابی ہیں جن سے جدائی کے لئے آپ کے باپ نے موت  
کی خواہش کی تھی۔

لیکن حضرت امام حسینؑ کو فدیہ کی طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔  
امام حسینؑ کی روانگی جانب کوفہ | ان کو امام مسلم کی شہادت کی خبر مقام ثعلبہ پر پہنچی منزل زبالہ  
پر اپنے قاصد عبداللہ بن یقظر کی شہادت کی خبر بھی آپ کو ملی۔ اس پر آپ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع  
کر کے فرمایا:-

”خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل اور بانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقظر کو شہید کیا گیا ہے اور ہمارے  
شیعوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھایا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے۔ کوئی حرج نہیں  
ہے۔ پس ایک گروہ جو بطح مال وغنیمت و راحت و عزت دنیا حضرت کے رفیق ہوتے تھے ان  
اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے اور اہل بیت و خویشان آنحضرت اور ایک جماعت کو اذیت کے  
ایمان و یقین رفیق حضرت تھے باقی رہ گئے۔ (جلالہ العیون مترجم اردو جلد ۲ باب فصل ۱۳ صفحہ ۴۵۲)  
خلاصۃ المسائب میں ہے:-

بَلَغَنِي خَبْرَ قَتْلِ مُسْلِمٍ وَعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ يَقْظَرٍ وَقَدْ خَدَّ لَنَا شَيْعَتُنَا دِرْهَامَةً  
الْمَسَائِبِ مَطْبُوعَةٍ لِنُكْشِرُ رَوَايَتِ مَقْتَمِ ۵۵۰ کہ مجھے مسلم اور عبداللہ بن یقظر کی شہادت کی خبر پہنچی ہے  
اور ہم کو ہمارے شیعوں نے ہی ذلیل و بیکس کیا ہے۔

نوٹ:- اس عبارت میں قَدْ خَدَّ لَنَا شَيْعَتُنَا کے الفاظ خاص طور پر یاد رکھنے کے  
قابل ہیں کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے اپنی زبان سے فرما دیا ہے کہ ہماری ان تمام مصیبتوں کا موجب  
ہمارے شیعوں کے سوا اور کوئی نہیں۔

## حضرت امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام

امام مسلم بن عقیل اور عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی اطلاع ملنے سے قبل حضرت امام حسینؑ نے مندرجہ ذیل خط اہل کوفہ کو لکھا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسین بن علیؑ کی طرف سے بلادِ امانِ مؤمنِ مسلم کو ہے۔ تم پر سلامِ الہی ہو۔ ابابعد بدر ستیکہ خط مسلم بن عقیل کا میرے پاس پہنچا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تم لوگوں نے میری نصرت اور دشمنوں سے میرا حق طلب کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ اپنا احسان مجھ پر تمام کرے اور تم کو تمہارے حسن نیت و کردار پر بہترین جزائے ابرار عطا فرمائے۔ بدر ستیکہ میں آنکھوں ماہ ذی الحجہ روزِ سہ شنبہ کو مکہ سے باہر آیا اور تمہاری جانب آتا ہوں جب میرا قاصد تم تک پہنچے تم پر لازم ہے کہ کرت بعت مضبوط باندھو اور اسباب کا رزار آمادہ رکھو اور میری نصرت کے لئے متیار ہو کہ میں اب بہت جلد آپ تک پہنچتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ" (جلد ۱۰- العیون ترجمہ جلد ۲ باب فصل ۱۳۳)

نوٹ: ۱- اس خط سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ۱-

۱- بقول شیعہ ایمان امام حسینؑ کی روانگی بجانب کوفہ لڑائی اور کارزار کے لئے تھی نہ کہ پُر اس رہنے

کی نیت سے۔

۲- امام حسینؑ کو علمِ غیب نہ تھا اور نہ انہیں امام مسلم بن عقیل کی شہادت کا علم ہو سکا اور نہ اہل کوفہ کی غداری کا علم ان کو ہوا۔ حالانکہ اس خط کی تحریر سے قبل امام مسلم بن عقیل انہی کوفیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے تھے۔

نزولِ کربلا اور اسکے بعد | جب حضرت امام حسینؑ میدانِ کربلا میں اترے تو ابنِ زیاد نے (جو یزید کی فوج کا سپہ سالار تھا) مندرجہ ذیل مکتوب حضرت امام حسینؑ کو لکھا:

"میں نے سنا ہے کہ آپ کربلا میں اترے ہیں اور یزید بن معاویہ نے مجھے لکھا ہے کہ آپ کو مصلحت نہ دوں یا آپ کی بیعت لوں۔ اور اگر انکار کیجئے تو یزید کے پاس بھیج دوں۔"

(جلد ۱۰- العیون ترجمہ اردو جلد ۲ باب فصل ۱۳۴ صفحہ ۴۵۶)

نوٹ: ۱- اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ زیاد کو یزید کی طرف سے حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے کی ہدایت یا اجازت نہ تھی۔

اس خط کو حضرت امام حسینؑ نے پھاڑ دیا۔ بعد ازاں جب قرۃ بن قیس کو فی سے ملنے کے لئے آیا تو آپ نے فرمایا:-

"تمہارے شہر کے لوگوں نے نامہ ہائے بشار مجھے لکھے اور بہت مال لیا اور اصرار کر کے بلایا۔ اگر میرا آنا منظور نہیں تو مجھے واپس جانے دو" (ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص ۱۴۵)

حضرت امام حسینؑ کی تکلیف اور بے بسی کو دیکھ کر ملائکہ نے خدا تعالیٰ سے بعد فرشتے لیٹ ہو گئے | اصرار عرض کیا کہ حضرت امام حسینؑ کی مدد کرنے کی اجازت دی جائے بالآخر

اللہ تعالیٰ نے اجازت دی لیکن جب فرشتے زمین پر پہنچے تو اس وقت حضرت امام حسینؑ شہید ہو چکے تھے۔

(جلد العیون جلد ۲ باب فصل ۱۵ ص ۳۹۵ و ص ۵۳۴ مترجم اردو)

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک  
ذاکرین عام طور پر کہلا میں پانی کا بند کیا جانا، کئی کئی دن تک امام حسینؑ اور آپ کے  
پانی کا معجزہ | مصاحبین کی تشنگی اور اس کے ساتھ بیسیوں متعلقہ روایات بیان کر کے عوام کو رولا یا  
کرتے ہیں لیکن مندرجہ ذیل روایات ان سب روایات کی حقیقت کو آشکارا کرنے کے لئے کافی ہے۔  
جلد العیون اردو جلد ۲ باب فصل ۱۵ ص ۳۹۵ پر ہے :-

امام حسین نے ایک بیلچہ اپنے ہاتھ میں لیا اور پشت خیمہ حرم محترم سے سمت قبلہ قدم کے فاصلہ  
پر جا کر بیلچہ کو زمین پر مارا کہ : اجماز انحضرت چشمہ آب شیرین ظاہر ہوا اور امام حسینؑ نے صحابہ  
وہ پانی نوش کیا اور خشکی وغیرہ بھریں پس وہ چشمہ فاتب ہو گیا اور پھر اس کا اثر بھی کسی نے نہ دیکھا۔  
پس ایسے اجمازی بیلچہ کی موجودگی میں حضرت امام حسینؑ کی تشنگی کی روایات گھونگر کر بیان کرنا  
کیونکر جائز ہے ؟

## کیا یزید حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنا چاہتا تھا؟

اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل روایات اہل شیعہ سے نفی میں ملتا ہے :-

۱- جلد العیون اردو ص ۳۹۵ کی وہ روایت جو نزول کر بلا اور اس کے بعد کے عنوان کے نیچے اوپر  
درج ہو چکی ہے۔ (ص ۱۷۱ پاکٹ بک ہذا)

۲- تاریخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص ۲۶۹ پر درج ہے کہ یزید کو تین شخصوں نے باری باری حضرت امام حسینؑ  
کی شہادت کی اطلاع دی، اور ان تینوں کو یزید نے زجر و توبخ اور تہیہ کی۔ وہ اشخاص زجر بن قیس،  
مضر بن ثعلبہ اور شمر بن الجوشن تھے۔

زجر بن قیس نے جب قتل حسینؑ کی اطلاع دی تو لکھا ہے کہ :-

"یزید نلتے سرفرو داشت سخن نہ کرد، و بس سر بر آورد و گفت قد كنت ارضی بطاعتکم بدوین  
قتل الحسین۔ اما لو كنت صاحبہ تعفوت عنه۔ اگر من حاضر بودم حسینؑ معنی داتم  
یعنی یزید دم بخود ہونے کے باعث سکتے میں چلا گیا، اور بعد ازاں سراٹھا کر کہنے لگا کہ میں اس بات  
پر زیادہ راضی تھا کہ تم میرے حکم کی اطاعت کرتے اور امام حسینؑ کو قتل نہ کرتے۔ اور اگر میں وہاں موجود ہوتا تو  
انہیں چھوڑ دیتا۔

اسی طرح مضر بن ثعلبہ نے اطلاع دیتے ہوئے اہل بیت امام حسینؑ کی شان میں کچھ گستاخی کی تو  
یزید نے کہا :-

ما وكدت اُمّ محضر أشدّ وألثمّ وألحین فبجّ الله ابن مرجانہ یعنی مضر کی ماں

نے ایسا سخت ترین اور کینہ بچہ نہ بنا ہو گا لیکن خدا ابن زیاد کا بھلا ذکر ہے۔  
اسی طرح شمر زنی الجوشن دربار یزید میں آیا اور طالب انعام ہوا تو یزید نے اسے بھی ناکام و نامراد چلا  
اور کہا کہ خدا تیری رکاب آگ اور ایندھن سے بھر دے۔ (ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص ۲۶۹)

## پہلا ماتم کرنے اور کرانے والا یزید تھا

۱- جب بعد از واقعہ کربلا مبران اہل بیت امام حسینؑ دشت میں یزید کے ہاں جلائے گئے تو اس نے  
حکم دیا کہ ان کو فوراً حرم سرا کے (زنانخانہ) میں لیجاؤ۔ یزید کے اپنے متعلق لکھا ہے:-  
كَانَ يَبْدُوهُ وَنَدِيدٌ لِّمَنْ يَسْتَعِجُّ دُمُوعَهُ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى هُنْدَ  
بِنْتِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ مَنَظَرٍ عِنْدَهَا فَسَمِعَ عَنْ دَاخِلِ الْفَصْرِ بَكَاءً وَنِدَاءً وَعَوِيلاً.  
(خلاصہ المصائب نوکشتور ص ۳۱)

یعنی یزید کے ہاتھ میں رومال تھا جس سے وہ اپنے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ یزید نے کہا کہ حرم محترم  
کو ہند بنت عامر کے ہاں ٹھہراؤ۔ چنانچہ جب وہ اندر داخل ہوئیں تو رونے اور چلانے کی صدا بلند ہوئی۔  
۲- جب محذرات اہل بیت عصمت و طہارت اس ملعون (یزید) کے گھر میں داخل ہوئے تو  
عورات البوسفیان (خاندان یزید) ناقل نے اپنے زیور اتار ڈالے اور لباس ماتم پہن کے آواز برنوح  
وگریہ بلند کی اور تین روز ماتم رہا۔ (جلال العیون جلد ۲ باب فصل ۱۵ ص ۵۲۶)  
۳- ہند بنت عبداللہ بن عامر جو یزید کی بیوی تھی کے متعلق لکھا ہے:-

اس نے پردہ کا مطلق خیال نہ کیا اور گھر سے نکل کر مجلس یزید ملعون میں جس وقت کہ مجمع عام  
تھا آ کے کہا، اے یزید! تو نے سر مبارک اما حسینؑ پر فاطمہ زہراؑ کا میرے گھر کے دروازہ پر  
لٹکا یا ہے۔ یزید نے دوڑ کر کہا اس کے سر پر ڈال دیا اور کہا کہ گھر میں چلی جا اور فرزند رسول خدا  
بزرگ قریش پر نوحہ و زاری کر کہ ابن زیاد نے ان کے بارے میں جلدی کی۔

(جلال العیون جلد ۲ باب فصل ۱۵ صفحہ ۵۲۶-۵۲۷)

میں انکے قتل پر راضی نہ تھا" پس اہل بیت رسول خدا کو اپنے گھر میں رہنے کی جگہ دی اور  
ہر صبح دشنام امام زین العابدین کو دسترخوان پر بٹاتا تھا۔

(جلال العیون جلد ۲ باب فصل ۱۵ ص ۵۲۶ و ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص ۲۶۹ و ص ۲۷۰)

نوٹ:- مندرج بالا حوالہ میں جو یہ ذکر آتا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسینؑ کا کاسہ سر اپنے محل  
کے دروازہ پر آویزل کر دیا تھا یہ اہل شیعہ کی دوسری روایات کے پیش نظر محض غلط اور مبطل  
امیزی ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ امام حسینؑ کا سر مبارک کوفہ کے راستہ میں شام تک  
جانے سے پہلے ہی بدریہ ایک شخص و خیر خواہ کے قبضہ اشرف میں پہنچ گیا تھا۔ دشت میں تو پانچوا  
ہی نہیں۔ (فردوخ کافی جلد ۱ ص ۵۹۳ مطبع نوکشتور باب موشعہ اس المہینہ)

۱۷۴

اس فروع کافی والی روایت کو صاحب نامخ التواریخ نے بحوالہ کتاب کامل الزیارات امام جعفر صادق سے تسلیم کیا ہے۔ (نامخ التواریخ صفحہ ۳۸۸ جلد ۶ کتاب ۱)

۴۔ حضرت سکینہ دختر امام حسین نے ایک خواب دیکھا جو کہ یزید کے آگے بیان فرمایا۔ یزید نے جب یہ خواب سنا تو اپنے منہ پر طمانچے مار کر گریہ کیا اور کہا۔ مجھے قتل حسین سے کیا مطلب تھا؟ (جلال العیون جلد ۲ باب ۱۵ فصل ۵۲۸)

۵۔ آل ملعون طمانچہ بر روئے شخص خود زرد و گفتم مراجعہ کار با قتل حسین بود؟ (مسیح الاحزان مجلس ۱۳ ص ۲۳۵) کہ اس ملعون یزید نے اپنے منحوس چہرہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ مجھے قتل حسین سے کیا تعلق یا واسطہ تھا؟

۶۔ یزید نے اپنی نیت رسالت کو طلب کر کے انکو نہایت عزت و حرمت سے شام میں رہنے یا مدینہ منورہ کی طرف چلے جانے کا اختیار دیا، اور انہوں نے ماتم بر یا کرنے کی اجازت چاہی جو منظور ہوئی۔ اور ملک شام میں جس قدر قریش و بنی ہاشم تھے وہ ماتم و گریہ زاری میں شریک ہوتے اور سات روز تک آنحضرت پر نوحہ و زاری کی۔ روز ششم یزید نے ان کو طلب کیا اور عذر خواہی کر کے انکو شام میں رہنے کی تکلیف دی۔ جب انہوں نے قبول نہ کیا تو محل ہائے مزین ان کے واسطے آراستہ کئے اور خرچ کے لئے مال حاضر کیا اور ان سے کہا کہ یہ اس ظلم کا عوض ہے جو تم پر ہوا؟ (جلال العیون جلد ۲ باب ۱۵ فصل ۵۳۱، ۵۳۲ و مسیح الاحزان مجلس ۱۳ ص ۲۳۵)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے خود امام حسین کے ماتم کی اجازت دی اور ملک شام میں جو ماتم ہوا وہ خود یزید کی اجازت سے ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ امام حسین کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کو یزید بھی ظلم سمجھتا تھا۔ یہیں ایک طرح ممکن ہے کہ یزید باوجود اس کو ظلم قرار دینے اور سمجھنے کے خود اسے روارکھتا۔

۷۔ یزید نے امام زین العابدین کو طلب کیا اور نجیال رفع تشنیع کا خدا ابن مرجان بن زید پر لعنت کرے۔ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو امام حسین جو کچھ وہ مجھ سے طلب کرتے میں ان کو دیتا۔ اور انکے قتل پر راضی نہ ہوتا۔ آپ ہمیشہ مجھ کو خط لکھا کریں اور جو حاجت ہو مجھ سے طلب فرمائیں کہ میں بجلاؤنگا۔ (جلال العیون جلد ۲ باب ۱۵ فصل ۵۳۲)

خلاصۃ المصائب ص ۳۳ مطبوعہ نوکشور وغیرہ کتب کی روایات کی بنا پر یزید کا امام حسین کے قتل پر آنسو بانا ثابت ہے مگر جلال العیون جلد ۲ باب ۱۵ فصل ۵۳۲ ص ۳۴ پر درج ہے کہ جو امام حسین کو یاد کرے اور اس کی آنکھ پر بقدر پرہیز آنسو نکلے، ثواب اس کا خدا پر ہے اور خدا اس کے لئے کسی ثواب پر راضی نہیں ہے بغیر بہشت عطا کرنے کے۔

تو اندریں صورت یزید کے انجام کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

خود شیعہ ہی قائلین امام حسین ہیں  
نامخ التواریخ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد سپہ سالار لشکر یزید جس نے امام حسین کو شہید کیا۔ ۸۰ ہزار کوئیوں پر شعل



تھا۔ ملاحظہ ہو۔

و ابی مخنف لشکر ابن زیاد را ہشتاد ہزار سوار نگاشتہ و گوید ہنگام کوفی بودند و حجازی و شامی  
با ایشان نہ بود۔ ز نامح التواریخ جلد ۶ کتاب ۱۴۳ (یعنی ابو مخنف نے ابن زیاد کا لشکر اسی ہزار بتایا ہے  
اور کہا ہے کہ وہ سب کے سب کوفی تھے۔ ان میں نہ کوفی حجازی تھا اور نہ شامی۔

۲۔ فَتَكَمَّلَ الْعَسْكَرُ تَمَامًا نَوَّانًا فَارَسِيَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ لَيْسَ شَائِيًّا  
وَلَا حِجَازِيًّا۔ (مرقع کربلا مطبوعہ ریاضی پریس امر ویض) کہ ابن زیاد کا لشکر سب کا سب ۸۰ ہزار  
کوفی سواروں پر مشتمل تھا۔ ان میں نہ کوفی شامی تھا نہ حجازی۔

اب دیکھتے اسی ابو مخنف کی دوسری روایت جس میں وہ کہتا ہے کہ امام مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت  
کرنے والے ۸۰ ہزار کوفی تھے۔

بروایت ابو مخنف ہشتاد ہزار کس با مسلم بیعت کردہ (نامح التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص ۱۳۳)  
۳۔ علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ کربلا میں جب وقت ظہر ہوا تو حضرت امام حسینؑ اپنے خیمے  
باہر تشریف لائے اور ابن زیاد کے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر ابن زیاد کے لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا۔  
أَيُّهَا النَّاسُ! أَيْسَ تَهْمَارِي طَرَفٍ نَهَيْتُمْ أَيَا مَكْرَجِكُمْ تَهْمَارِي طَرَفًا تَهْمَارِي طَرَفًا تَهْمَارِي طَرَفًا  
میرے پاس سنیے۔ تم نے کھیا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیے کہ ہمارا امام پیشوا کوفی نہیں ہے شاید  
خدا ہم کو اور آپ کو حتی و ہدایت پر متفق کرے، اگر تم اپنے عہد و گفٹار پر برقرار ہو تو مجھ سے بیان تازہ  
کو کے میرا دل مطمئن کرو۔ اور اگر اپنے گفٹار سے پھر گئے ہو اور عہد و پیمانہ کو شکستہ کر دیا ہے اور میرے  
آنے سے ہزار ہو تو میں اپنے وطن کو واپس جاتا ہوں۔

(جلاء العیون جلد ۲ باب ۱۳ فصل ۱۳ صفحہ ۲۵۳)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے نزدیک بھی آپ کے قاتلین بھی وہی تھے جنہوں  
نے کوفہ سے بیشمار خطوط بھیج کر اور بیعت مسلم کر کے بلایا تھا۔

۴۔ نامح التواریخ (محل حوالہ اگلے صفحہ پر درج ہے) میں ہے کہ امام حسینؑ نے لشکرِ یزید کے قاعد قرہ بن  
قیس کو مخاطب کر کے فرمایا۔

”تمہارے شہر کے لوگوں نے نہ ہاتے بیشمار مجھے کھے، بہت مبالغہ اور اصرار کر کے مجھے بلایا۔ اگر میرا  
آنا اب منظور نہیں ہے تو مجھے واپس جانے دو۔“ (نامح التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص ۱۴۵)۔

۵۔ جب حضرت امام حسینؑ و شہت کربلا میں خیمہ زن تھے، ایک عراقی مکہ کو جا رہا تھا۔ دیکھا کہ خیمہ کے  
باہر کرسی پر بیٹھ کر خطوط کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ جب اس نے وجہ کسی وجہ دیکھی تو دریافت کی تو  
امام نے فرمایا۔

”بنا میرا ہم قتل دادند و مردم کوفہ مرا دعوت کردند، ایک مکتوب ایشیا است، حالانکہ گذشتہ من  
ایشانند۔“ (نامح التواریخ جلد ۶ کتاب ۲ ص ۱۵۹)

کہ بنو امیہ نے مجھے قتل کی دھمکی دی اور کوفہ والوں نے مجھے بھلا دیا، یہ سب خطوط انہی کے ہیں، اور حالانکہ میرے قاتل یہی لوگ ہیں۔

نوٹ:- اس روایت میں تو خود حضرت امام حسینؑ نے اپنے قتل اور واقعاتِ کربلا کی تمام ذمہ داری بڑی سے ہٹا کر اہل کوفہ پر رکھی ہے۔

۶۔ تاریخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۱۶ ص ۱۶۶ میں بحوالہ کتاب نور العین مرقوم ہے:-  
 حضرت سکیفہ دختر حضرت امام حسینؑ سے روایت ہے کہ میں اپنے خیمہ میں تھی، ناگاہ رونے کی آواز سنائی دی۔ میں چلنے سے اپنے پدر بزرگوار کے پاس چلی گئی، وہ دور ہے تھے اور اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔ "اے جماعت! جس وقت تم میرے ساتھ باہر نکلے، تم نے ایسا جانا کہ میں ایسی قوم میں جاتا ہوں جس نے دل و زبان سے میری بیعت کر لی ہے۔ اب وہ خیال دگرگوں ہو گیا ہے۔ شیطان نے ان کو فریفتہ کر لیا، یہاں تک کہ خدا کو بھول گئے ان کی ہمت اب اس پر لگی ہے کہ مجھ کو قتل کریں اور میرے مجاہدین کو قتل کریں۔"

حضرت زینبؑ و دیگر اہل بیتؑ امام کی تقریریں

بعد از واقعہ کربلا جب خاندانِ امام حسینؑ کے بقید مبران کو دمشق کی طرف بھیجا جا رہا تھا تو جب یہ تافذ کوفہ کے پاس سے گزرا تو کوفہ کے بیت سے لوگ دیکھنے کے لئے آئے اور مبران اہل بیت امام حسینؑ کو دیکھ کر رونے اور ماتم کرنے لگے، اس پر حضرت زینبؑ ہمیشہ حضرت امام حسینؑ نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

ابالعدا، اے اہل کوفہ! اے اہل غدر و مکرو حیله! اے اہم بدگر یہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہمارا فریاد و نال ساکن نہیں ہوا اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو اپنے رستہ کو مضبوط بٹتی ہے اور پھر کھول ڈالتی ہے۔۔۔۔۔ تم ہم پر گریہ و نال کرتے ہو حالانکہ خود تم نے ہی ہم کو قتل کیا ہے۔ سچ ہے واللہ! لاذم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ ہو۔ تم نے عیب و عار ابدی خود خرید کیا۔ اس عار کا دھتہ کسی پانی سے تمہارے جامے سے زائل نہ ہوگا۔ جگر گوشہ خاتمِ پیغمبران و سید جویان بہشت کے قتل کرنے کا کس چیز سے تدارک کر سکتے ہو! اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو! تم نے کن جگر گوشہ ہائے رسول کو قتل کیا اور کن باپردیگانِ اہل بیت رسول کو بے پردہ کیا؟ کس قدر فرزند ان رسول کی تم نے خوزیری کی، انہی حرمت کو ضائع کیا۔ تم نے ایسے بڑے کام کئے جن کی تاریخوں سے زمین و آسمان گھر گیا۔

(جلالہ العیون جلد ۲ باب ۱۵ فصل ۵ ص ۵۳۳ نیز تاریخ التواریخ جلد ۶ کتاب ۱۶ ص ۲۳۳ مطبوعہ لندن)۔

۲۔ بعد ازاں حضرت فاطمہ بنت حضرت امام حسینؑ نے بھی اہل کوفہ کو لعن لعن کی ہے لکھا ہے:-

"درو دلوار سے صدائے نوحہ بلند ہوئی اور سامعین نے کہا اے دختر باکان و مصعبان۔ میں کرو کہ ہمارے دلوں کو تم نے جلا دیا، اور ہمارے سینہ میں آتش حسرت روشن کر دی اور ہمارے دلوں کو گلاب

کر دیا۔ (جلد العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۵۰۵)۔

۳- اس کے بعد حضرت اُمّ کلثومؓ خواہر امام حسینؑ نے ہودج میں سے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

” اے اہل کوفہ! تمہارا حال بد ہو اور تمہارے منہ سناہ ہوں! تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسینؑ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب ان کا لوٹ لیا؟ اور ان کی پردیگان عصمت و طہارت کو اسیر کیا؟ و اسے ہوتم پر اور لعنت ہوتم پر، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا ظلم و ستم کیا ہے اور کن گناہوں کا اپنی پشت پرانبار لگایا اور کیسے خون ہاتھ سے محرم کو بہایا اور دخترانِ رسولِ مکرمؐ کو نالایا؟ بعد اس کے مرثیہ ستید الشہداء میں چند شعر انشاء فرماتے جن کے سننے سے اہل کوفہ نے خروش و اویلا و احترا بند کیا۔ ان کی عورتوں نے بال اپنے پریشان کئے، خاکِ حسرت اپنے منہ پر ڈال کے اپنے منہ پر ٹپانچے مارتی تھیں اور وادیلہ و اشوراکتھی تھیں اور ایسا ماتم برپا تھا کہ دیدۂ روزگار نے نہ دیکھا تھا۔ (جلد العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۵۰۵) و ناسخ التواریخ جلد ۱ کتاب ۲ صفحہ ۲۳۶)۔

امام زین العابدینؑ کی تقریر پھر امام زین العابدینؑ نے اہل کوفہ سے خطاب کیا اور فرمایا :-

” میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں! تم جانتے ہو کہ میرے پدرِ بزرگوار کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمانہ کیا اور ان سے بیعت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مستط کیا۔ پس لعنت ہوتم پر! کہ تم نے اپنے پاؤں سے جنم کی راہ تھیلہ کی اور راہِ بد اپنے واسطے پسند کی۔ اب کن آنکھوں سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو گے جس روز وہ تم سے فرماتیں گے کہ تم نے میری عزت کو قتل کیا اور میری جنک کی کیا تم میری اُمت میں سے نہ تھے؟ پس دوبارہ عہدائے گریہ بند ہوتی۔ آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم لوگ ہلاک ہوتے۔

جب عہدائے نغال کم ہوتی، حضرتؑ نے فرمایا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو میری نصیحت قبول کرے سب نے فریاد کی۔ یا ابن رسول اللہ! ہم نے آپ کا کلام سنا ہم آپ کی اطاعت کریں گے جو آپ سے جنگ کرے ہم اس سے جنگ کریں گے اور جو آپ سے صلح کرے اس سے صلح کریں گے اگر آپ کیں تو آپ کے ستمگاروں سے آپ کا طلبِ خون کریں۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ ہیما ت ہیما ت!! اے خدا رو! اے مکارو!! اب پھر دوبارہ میں تمہارے فریب میں نہ آؤں گا اور تمہارے جھوٹ کو باور نہ کروں گا تم چاہتے کہ مجھ سے بھی وہ سلوک کرو جو میرے بزرگوں سے کیا۔ بحق خداوند آسمانائے دوار! میں تمہارے قول و قرار پر اعتماد نہیں کرتا اور کیونکر تمہارے دروغ بے فروغ کو باور کروں، حالانکہ ہمارے زخم ہاتھ دل ہنوز تازہ ہیں، میرے پدر اور ان کے اہل بیت کل کے روز تمہارے مکر سے قتل ہوتے اور ہنوز مصیبتِ حضرت رسول و پدر و برادر عزیز و اقربا۔ میں نہیں مجھولا اور اب تک ان مصیبتوں کی تلخی میری زبان پر ہے اور میرے سینہ میں ان محبتوں کی آگ بھڑک رہی ہے۔“

(جلد العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۵۰۶، ۵۰۷)

۵۔ ایک دوسری روایت میں ہے:-

”فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بِصَوْتٍ ضَعِيفٍ تَتَوَخَّوْنَ وَتَبْكُونَ لِأَجْلِنَا نَسَمِنَ قَتَلْنَا۔ سید سجاد باوا زضعیف فرمود، ہاں اے مردم ہر ما گرنید و ہر ما نوحہ سے کنند۔ پس کشندہ کاستہ مارا کر کشت وک اسیر کرد۔“ (ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص ۲۳۳) کہ امام زین العابدین نے کمزور آواز سے کہا تم ہم پر نوحہ و ماتم کرتے اور روتے ہو۔ تو پھر ہم کو قتل کس نے کیا ہے؟

۶۔ حضرت اُم کلثومؓ نے اہل کوفہ کی عورتوں کے رونے پر محل پر سے کہا:- اے اہل کوفہ! تمہارے مردوں نے ہم کو قتل کیا اور اب تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں؟ خداوند عالم بروز قیامت ہمارا تمہارا حاکم ہے۔“ (جلاء العیون جلد ۲ باب ۵ فصل ۵ صفحہ ۵۰۰ و ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ ص ۲۳۳)

نوٹ:۔ ان سب تقاریر سے تین باتیں ثابت ہیں۔ اول قائلین امام حسینؑ شیعہ تھے اور حضرت امام حسینؑ کے مہابین تھے جیسا کہ حضرت امام زین العابدینؑ کی تقریر میں بیعت کا لفظ بھی موجود ہے۔ دوم سب سے پہلے عالمگیر ماتم کرنے والے رزید کے بعد خود اہل کوفہ قائلین امام حسینؑ ہی تھے جیسا کہ الفاظ ایسا ماتم پر پانچا کہ دیدہ روزگار نے نہ دیکھا تھا“ سے ظاہر ہے۔ سوم موجودہ ماتم محض حضرت زینبؑ کی بدعا کا نتیجہ ہے۔“ واللہ! لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور مت خندہ ہو“ سچ ہے۔

قریب ہے بار روزِ محشر چھپے گاکشتوں کا قتل کیونکر  
جو چوچ رہیگی زبانِ خنجر ہو پکارے گاکشتوں کا

## چار سوال چکڑ الویوں سے قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی مے

اہل قرآن حضرات ہم سے قرآن مجید میں مندرجہ وحی الہی کے علاوہ کسی اور وحی کے ہونے کا ثبوت طلب کیا کرتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام وحی الہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ صرف قرآن مجید ہی ہے اس کے متعلق ہم ان سے مندرجہ ذیل چار سوالات کرتے ہیں:-

۱۔ وَ إِذْ بَعِدْكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنهَذَا كَلِمَةٌ (الانفال ۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے لئے ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ الہی جو مسلمانوں سے ہوا قرآن پاک میں کیسے درج ہے اگر درج ہے تو کہاں؟ اور اگر درج نہیں تو ماننا پڑے گا کہ ایسی وحی الہی بھی ہے جو قرآن کریم میں درج نہیں۔

۲۔ مَا قَطَعْتُمْ مِثْلَهُ نَقَبَةٌ أَوْ تَرَخُّنْهُمْ مَا تَأْتِيَهُمْ عَلَىٰ أُصُولِهِمْ فَيَاذَنَ اللَّهُ (المحشر: ۶)

یعنی اے مسلمانو! تم نے جو کھجور کے تنے کاٹے یا ان کو اپنی جڑوں پر قائم کھڑا رہنے دیا یہ خدا کے ہی حکم سے تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو کھجور کے تنوں کو کاٹنے یا چھوڑنے کا حکم دیا تھا جس کا ذکر قُبَادِیْنِ اللّٰهِ میں ہے کیا وہ قرآن میں درج ہے؟ اگر درج ہے تو کہاں؟ اگر درج نہیں تو ثابت ہوا کہ ایسی وحی بھی ہے جو قرآن میں درج نہیں۔

۳۔ وَ اِذَا اسْتَرَ النَّبِيُّ اِلَى بَعْضِ اَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَاظْهَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَاَعْرَضَ عَنْ بَعْضِ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيِّمُ الْخَسِيُّرُ (التحریر ۴۱) یعنی جب رسول کریمؐ نے کوئی بھیدا اپنی بیوی کو بتایا تو اس نے راز فاش کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو بھیدا کا فاش ہونا بتا دیا تو آپ نے بیوی سے پوچھا، کچھ بات تو بتادی اور کچھ چھپائی۔ تو اُس بیوی نے پوچھا کہ آپ کو کس نے بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بتایا ہے۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو اس واقعہ کی خبر دی تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ اظہار الہی کیا قرآن میں ہے اگر ہے تو کہاں؟ اگر نہیں تو کیا ثابت نہیں ہوتا کہ ایسی وحی بھی ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی۔ مگر قرآن میں درج نہیں۔

۴۔ اللّٰهُ تَعَالٰی قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَ اِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلَى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاٰیْتُ الْمُسْتَفِیْقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْتَا وَ اِنْسَاءً (۶۲) کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف کہ جسے خدا نے نازل کیا (قرآن) اور رسول کی طرف۔ تو تو منافقوں کو دیکھے گا کہ وہ تجھ رسولؐ سے رُکھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ دو چیزیں منوانا چاہتا ہے (۱) مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی قرآن (۲) الرَّسُوْلِ یعنی رسولؐ مگر فرمایا کہ منافق قرآن تو مان لیتے ہیں مگر رسولؐ سے بھاگتے ہیں۔ اب حل طلب سوال یہ ہے کہ وہ کون لوگ منافق ہیں؟ ظاہر ہے کہ وہی جو احادیث کے منکر ہوں اور صرف قرآن کریم کے ماننے کے مدعی ہیں۔ خادِم

